

شاد باش وشاد ذی الے سرزمین دیوبند  
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند  
(ظفر علی خان)

# بانی دارالعلوم دیوبند

تالیف

حضرت مولانا محمد سرفراز خان <sup>شیخ الحدیث</sup> <sup>امام اہلسنت</sup> <sup>مظلہ</sup> <sup>صغیر</sup>

۱۰

مکتبہ صفا کراچی <sup>نور محمد گھریو راولپنڈی</sup>

# ایشیائیں سب بڑی اسلامی یونیورسٹی اول بانی دارالعلوم دیوبند کا اجمالی تعارف

جس میں بالی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی زندگی کے ضروری حالات علمی خدمات اور شرفِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عمدہ جذبات کا باحوالہ تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور قیام دارالعلوم دیوبند کے اسباب، جہاد، ۱۸۵۷ء میں مسلمان مجاہدوں کے کارنامے، انگریزوں کے عزائم اور پادریوں اور آریوں کے فتنوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور حضرت نانوتوی پر عاید کئے گئے بعض سنگین الزامات مثلاً یہ کہ آپ ختم نبوت زمانے کے متحرک تھے (معاذ اللہ) اور یہ کہ اُمّی نبی سے اعمال میں مطلقاً بڑھ جاتے ہیں، وغیرہ باتوں کے مفصل اور مسکت جوابات خود ان کی اپنی عبارات سے پیش کیے گئے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔ از: ابوالزہد محمد سرخراز خلیفہ جامع گکھڑ و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوہر انوالہ

ناشر  
مکتبہ صفحہ یہ نرد مدرسہ نصرۃ العلوم گوہر انوالہ (پاکستان)

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفوریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾  
 طبع ششم مارچ ۲۰۰۷ء

نام کتاب	.....	بانی دارالعلوم دیوبند
تالیف	.....	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفوریہ
تعداد	.....	گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت	.....	۲۱/- (ایکس) روپے
مطبع	.....	مکی مدنی پرنٹرز لاہور
ناشر	.....	مکتبہ صفوریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

### ملنے کے پتے

- ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- ☆ دارالکتاب اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- ☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خشک
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار اردو پٹنڈی
- ☆ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
- ☆ اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک کراچی
- ☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ
- ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
- ☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور
- ☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
- ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
- ☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خشک
- ☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور
- ☆ مکتبہ فریدیہ اسلام آباد
- ☆ ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
- ☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
- ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- ☆ ظفر اسلامی کتب خانہ جامع مسجد بوہڑ والی گکمر

# فہرست مضامین

۱۷	جمال شامی	۵	سمن ضروری
۱۸	حضرت ناکھتوی وغیرہ کی گرفتاری کے وارنٹ	۸۰۷	بانی دارالعلوم کا نام اور سن ولادت
۱۹	عزائم برطانیہ	۸	بانی دارالعلوم کا خاندان و جائے پیدائش
۲۳	عیسائی بنانے کیسے طریق کار	۸	بانی دارالعلوم کی علوم و فنون کی کتابوں کی تکمیل
۲۵	پادریوں کی تبلیغ	۸	بانی دارالعلوم کا حدیث شریف کا ادھ
۲۶	چاند پور کا مذہبی اجتماع	۸	بانی دارالعلوم کی حضرت حاجی صاحب بیعت
۲۷	شاہجہان پور		بانی دارالعلوم
۲۸	پادری فنڈز کا فتنہ	۹	خواب کا
۳۱	آریہ کافتنہ سموسری کا تبلیغ اور پھر فرار	۹	بانی دارالعلوم کے خواب کی تعبیر
۳۳	روڈ کی میں اجتماع	۱۱	بانی دارالعلوم کا ایک اور خواب
۳۷	روڈ کی کے بعد میرٹھ	۱۲	بانی دارالعلوم کی تصحیح کتب
۳۹	کچھ اپنوں کے بارے میں	۱۳	بانی دارالعلوم کا بخاری شریف کے آخری پاروں کا ماحشیہ
۴۰	تاریخ قیام دارالعلوم دیوبند		
۴۲	عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر چند واقعات	۱۵	قیام دارالعلوم دیوبند کے اسباب

۵۹	جھوٹے نبی سے نشانی طلب کرنا بھی کفر ہے	۴۴	پہلا واقعہ
۶۱	پہلا الزام ختم نبوۃ اور حضرت نانو توئی	۴۵	دوسرا واقعہ
۶۶	اگر بالفرض کے جملہ کی قرآنی آیات کی روشنی میں تشریح	۴۷	تیسرا واقعہ
۷۰	ختم نبوت زمانی کے ہلکے میں حضرت نانو توئی کی اپنی متعدد عبارات	۴۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں چند اشعار
۷۳	خشتِ اول	۵۲	نثر میں تعریف
۷۴	دوسرا الزام کیا امتی اعمال میں نبی کے برابر ہو سکتے ہیں یا بڑھ سکتے ہیں؟	۵۳	ج
۷۷	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سبقت پر بھڑکی ہیں	۵۵	حفظ قرآن
۸۰	ظاہری اعمال میں امتیوں کے بڑھ جائی صورت	۵۵	دفات حسرت آیات
۸۲	اس بحث پر حضرت نانو توئی کی اپنی متعدد عبارات	۵۶	الزامات
۸۷	تعلیم یافتہ حضرات سے التماس	۵۷	ختم نبوت کا قرآن شریف ثبوت
		۵۸	ختم نبوت کا حدیث شریف سے ثبوت
		۵۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ بالاجماع کفر ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا أَعْطَيْتَنَا بِمَنِّكَ وَفَضْلِكَ مِنْ  
 النِّعَمِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ وَالْهِمَّتِ بِعِزِّهِمْ إِحْسَانِكَ تَصْدِيقِ  
 التَّوْحِيدِ وَالرِّسَالَةِ وَالْمَعَادِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ  
 وَالْمُرْسَلِينَ وَقَاعِدِ عَرِّ الْمُحْجَلِينَ يَوْمَ الدِّينِ وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُ  
 مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمُ الَّذِينَ يَذَلُّوْا  
 أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا قَامَةَ الدِّينِ إِلَّا بِأَعْدٍ

## سخن ضروری

جب سے دنیا کا نظام چل رہا ہے ٹھیک اُسی وقت سے حق اور باطل کی آویزش  
 بھی بدستور جاری ہے، کوئی زمانہ ایسا نہیں بتایا جاسکتا جس میں حق کے مقابلہ میں  
 باطل یا باطل کو صفحہ ہستی سے ناپید کرنے کے لیے حق اور حق پرست نہ کھڑے ہوئے  
 ہوں اور جب تک یہ جہان باقی ہے اس وقت تک یہ سلسلہ جاری ہی رہے گا، اور  
 کبھی اختلاف مٹ نہیں سکتا۔ اور تحریکی طور پر بھی اس کی بلاشک کئی حکمتیں اور مصلحتیں  
 ہوں گی۔ ہم کیا اور ان مصالح کی تہہ کی کیا؟ مشہور ہے کہ کیا پڑی اور کیا پڑی کا شوربا  
 شاید اسی کی طرف ذوق نے اشارہ کیا ہے کہ۔

گلمائے رنگارنگ سے ہے رونق چمن  
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

انگریز کے مغوس دور میں بعض فرقوں کی طرف سے اکابر علماء دیوبند کو عوام الناس کی نظروں میں (معاذ اللہ) حقیر و ذلیل کرنے کے لیے کئی بے خطا ہتھیار استعمال کیے جاتے تھے اور ان کے خلاف بڑا شور و ہنگامہ برپا کیا جاتا تھا، کبھی ان کو اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام اور اولیائے عظام کی توہین کرنے والے ثابت کیا جاتا تھا (معاذ اللہ) حالانکہ اس بے بنیاد الزام سے ان کا دامن قطعاً پاک تھا اور ہے، اور کبھی یہ کہ یہ کانگریس میں اور ہندوؤں کے ہمنوا ہیں۔ حالانکہ ہندوستان کی آزادی کے سلسلے میں ایک وقت تک وہ حضرات بھی کانگریس میں رہے جو بانیانِ پاکستان میں اہم کردار کے مالک ہیں، خصوصیت سے قائد اعظم مرحوم، لیاقت علی خاں مرحوم، سردار نثار صاحب مرحوم اور خاں عبدالقیوم خان صاحب وغیرہ وغیرہ مگر بے شمار حضرات اکابر علماء دیوبند میں بھی اول سے آخر تک کانگریس کے مخالف تھے اور مسلم لیگ کے پُر زور حامی رہے۔ مثلاً مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ) اور آپ کے جملہ مریدین اور جمعیت منہ حضرات اور حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ) اور آپ کے سینکڑوں شاگرد و علیٰ ہذا القیاس مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم کراچی اور حضرت مولانا قحطریہ صاحب تھانوی شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ الہیاء (جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کے جانشین ہیں) اور خطیب پاکستان حضرت

مولانا حافظ محمد اعجاز الحق صاحب تھانویؒ اور حضرت شیخ کامل مولانا مفتی محمد حسن صاحب  
 غلیفہ اعظم حضرت تھانویؒ اور حضرت شیخ کامل مولانا شمس الحق صاحب افغانی سابق وزیر  
 معارف و اوقاف وصال پر فیسر جامعہ اسلامیہ بہاولپور اور امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد  
 اسحاق صاحب مانسروہی (المتوفی ۱۳۸۲ھ) اور ان کے علاوہ اور بھی کئی حضرات جو تن  
 من و صحن سے قیام پاکستان کے حامی تھے۔ لہذا سب اکابر علماء دیوبند کو پاکستان  
 کا مخالف قرار دیکر ادبوں کی بھڑاس لگانا بالکل غلط تھا۔ قیام پاکستان کے بعد کئی  
 سال تک یہ فتنہ دہاڑا لیکن پچھلے دنوں فصول آباد میں میلاد شریف کے نام سے پھر اس کی  
 ابتداء ہوئی جس کا جناب آغا شورش صاحب کاشمیری مدیر چٹان نے تقریراً و تحریراً جواب  
 دیا، جن کے خلاف بہت سے رسالے اور اخبار ہاتھ دھو کر پڑھ گئے اور بعض مقرّین  
 حضرات کی زبانیں ان دنوں ایسی تیز ہو گئی تھیں جیسے کہ ابھی وہ سالانہ پر چڑھا کر لائے  
 ہیں اس لیے ہم نے ان تمام ناگفتہ بہ بحثوں میں اُنکے بغیر دارالعلوم دیوبند کی دینی،  
 علمی، سیاسی، ثقافتی اور روحانی خدمات اور نہایت اختصار سے اس کے بانی کی سترخ  
 عرض کی ہے اور ان پر کئے گئے سنگین الزامات کے خود انہی کی عبارات سے جوابات  
 عرض کئے ہیں۔ منصف مزاج حضرات کے لیے انشاء اللہ یہ کتاب نہایت  
 ہی مفید ثابت ہوگی۔

بانی دارالعلوم دیوبند

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم الصدیق النانوتویؒ بنیاد شیخ اسد علی بنیاد شاہ



آپ سیدنا حضرت ابوبکرہ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل اور اولاد میں تھے اور ۱۲۳۸ھ  
کو قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے، تارکخی نام خورشید حسین تھا۔ یہ قصبہ دیوبند سے بارہ کوس مغرب  
میں سہارن پور سے پندرہ کوس جنوب میں گنگوہ سے نو کوس مشرق میں اور دہلی سے ساٹھ کوس  
شمال میں واقع ہے۔ آپ کے والد بزرگوار تعلیم سے چندال بہرہ ورنہ تھے، صرف ایک معمولی  
زمیندار تھے البتہ بزرگوں کی نیک صحبت ضرورتاً اثر تھے، اور دین سے کافی لگاؤ تھا۔  
حضرت نانوتویؒ نے اکثر کتابیں حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ (المتوفی ۱۲۶۶ھ)  
سے پڑھی تھیں جو اپنے وقت کے مٹھوس مدرس متبحر عالم اور مختلف علوم و فنون کی کامل مہارت  
رکھنے والے متقی استاد تھے، رب ذوالمنن نے حضرت نانوتویؒ کو ابتداء ہی سے بڑی  
ذہانت اور عمرہ فطانت کی دولت عظیمہ سے وافر حصہ مرحمت فرمایا تھا، جب جملہ علوم  
و فنون کی تعلیم مکمل کر چکے تو آخر میں حضرت مولانا قطب الارشاد رشید احمد صاحب  
گنگوہیؒ (المتوفی ۱۳۲۳ھ) کے ساتھ مل کر راس الاتقیاء شیخ وقت، محدث کامل اور  
یکتائے روزگار حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مجددی انصاریؒ (المتوفی ۱۲۹۵ھ) سے  
حدیث شریف کا دورہ پڑھا اور اسی زمانے میں دونوں بزرگوں نے وقت کے رئیس الاولیاء  
حجاء کبیر، عالم باعمل مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مباحر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۳۱۰ھ)  
سے بیعت کر کے سلوک کی راہ اختیار کی اور ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم اور تصوف و  
ورع میں بھی وہ مقام حاصل کیا جو ان کے زمانہ میں انہیں کے لیے واہب حقیقی نے  
مخصوص کر رکھا تھا جن کے ذریعہ سینکڑوں حضرات کو روحانی فیض بھی حاصل ہوا

اور تہذیب نفس کے وہ اعلیٰ مراتب بھی قائم مطلق تھے انہی کی بدولت مرحمت فرمائے جو  
اس دور میں بہت کم کسی اور کو حاصل اور نصیب ہوئے ہوں گے سچ ہے ۔  
ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخند خدائے بخشندہ

### ایام طالب علمی میں خواب

حضرت نانوتویؒ نے طلب علم کے زمانہ میں بہت سے خواب دیکھے تھے جو آنے والے  
دور میں ان کی دینی خدمات اور رفع درجات کی طرف مشیر اور پتہ قدیری کی طرف سے  
بُشریٰ اور خوشخبری تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ (المتوفی فی  
حدود ۱۳۰۰ھ) جو حجت الاسلام مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے قریبی رشتہ دار ہم وطن، فقیہ  
درس، اُستاد زادہ، بعض کتابوں میں شاگرد، ہم زلف اور پیر بھائی تھے، حضرت مولانا  
محمد قاسم صاحب کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں کہ:-

”ایام طالب علمی میں مولوی (محمد قاسم) صاحب نے ایک اور خواب دیکھا کہ میں  
خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے نکل کر ہزاروں نرس جاری ہو  
رہی ہیں، جنب والد صاحب (یعنی حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ)  
سے ذکر کیا، انہوں نے فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا!  
(سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص ۱۷۰) یہ واقعہ اربع ثلاثہ ص ۲۰۴ میں بھی منقول ہے  
اس میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں کہ دارالعلوم دیوبند اور اس کی دیگر سینکڑوں شاخوں  
سے قرآن و حدیث، فقہ اور علم دین کی جو نشر و اشاعت ہوئی اس صدی کے اندر

تمام جہان میں اس کی نظیر تلاش کرنا بے سود ہے، بلاشبہ قاہرہ یونیورسٹی صدیوں سے حکومت مصر کے زیر سایہ دین اور علم دین کی خدمت انجام دے رہی ہے۔ مگر صورت و سیرت، گفتار و کردار، ظاہر اور باطن کے اعتبار سے علم و عمل کا جو نمونہ دارالعلوم دیوبند اور اس کی شاخوں نے قائم کیا ہے، وہ اس دور انحطاط میں کہیں بھی نہیں مل سکتا۔ دارالعلوم دیوبند اور اس کی قائم کردہ (یا اس کے نمونہ اور اس کے نقشہ پر قائم کردہ) شعبوں میں ہزاروں جتید اور ربانی علماء کرام اور صوفیاء عظام پیدا ہوئے جن کی بدولت رب العزت نے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو توحیدِ مسنت کا داعی اور شیعائی بننے کا مشرف عطا فرمایا اور علمِ ظاہری کے علاوہ جس طرح لوگوں کے دلوں کو ان سے صفائی اور روشنی نصیب ہوئی اور شرک و بدعت، حسد و تکبر اور اتباع ہوئے ان کو جس طرح کا چھٹکارا حاصل ہوا وہ کسی منصف مزاج اور ہوشمند مسلمان سے اوچھل نہیں ہے ایک طرف تو ان اکابر کے قائم کردہ اسلامی مدارس سے سینکڑوں ثقہ مدرس، بہترین مبلغ، عمدہ ترین منظر، اعلیٰ مصنف، نڈر مجاہد، بیباک سیاستدان اور محقق پروفیسر تیار ہوئے جو اپنے اپنے میدان اور فن میں گوتے بھقت لے گئے اور دوسری طرف قرآن و سنت اور سلف صالحین کی واضح ہدایات کی صریح روشنی میں ایسے اہل سلوک، صاحبِ باطن زاہد اور صوفی پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی خدا داد بصیرت اور لہیت اور روحانیت سے لوگوں کے قلوب و اذنان کو منور کیا۔ ان میں توحید و سنت کا جذبہ پیدا کیا، خدا خفی اور فکرِ آخرت پیدا کی، دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا نقشہ ان کے دلوں میں نقش

کیا۔ آنے والی قبر اور حشر و نشر کی حقیقی زندگی کے حاصل کرنے کا سبق دیا۔ جنت اور دوزخ کی ابدیت اور ان کی تحصیل و اجتناب کے مخصوص احکام سنائے۔ خالق کے حقوق کے علاوہ مخلوق کے باہمی حقوق کو محفوظ و ملحوظ رکھنے کی شدت سے تلقین کی، نفسِ امارہ اور شیطان کی پیروی سے لوگوں کو ڈرایا اور سلف صالحین کے صحیح دینی جذبات ان میں اُٹھا کر کئے۔ الغرض دل کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کے اخلاقِ ذمیمہ سے بچنے اور فاضلہ سے متصف ہونے کے وہ مگر مثلاً ہے جو اس دور میں صرف انہی حضرات کا حصہ ہو سکتا ہے۔ دیوبند کی اس روحانی تعلیم کا یوپی کے مشہور گریجویٹ اور سنگتہ نگار شاعر اکبر الہ آبادیؒ نے کس خوبی سے ذکر کیا ہے کہ

ہے دل روشن مثالِ دیوبند اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند

گر علی گڑھ کی بھی تم تشبیہ اک معرِ زپیٹ پس اسکو کہو

(کلیاتِ اکبر مرجم)

بلاشبک دیوبند کی وجہ سے سجدہ و حوں کو جلا اور تاریک دلوں کو بصیرت اور روشنی

حاصل ہوئی۔

ایک اور خواب

ارواحِ ثلاثہ میں ہے کہ مولانا نانوتویؒ نے خواب میں دیکھا تھا کہ ”میں خانہ کعبہ کی چھت

پر کسی اونچی چیز پر بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور اُدھر سے ایک سزا آتی ہے جو

میرے پاؤں سے ٹکرا کر جاتی ہے۔“ اس خواب کو انہوں نے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ

(المتوفی ۱۲۸۲ھ برادر شاہ محمد الحق صاحب المتوفی ۱۲۶۲ھ) سے اس عنوان سے بیان فرمایا کہ حضرت ایک شخص نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے، تو انہوں نے یہ تعبیر دی کہ اس شخص سے مذہب حنفی کو بہت تقویت ہوگی اور وہ پکا حنفی ہوگا اور اس کی خوب شہرت ہوگی لیکن شہرت کے بعد اس کا جلدی انتقال ہو جائے گا۔ (دارالکتاب صفحہ ۱۶۹)

بلاشبہ ہندوستان میں قیام دارالعلوم دیوبند کے ذریعے جس طرح قرآن و حدیث کے بعد مذہب حنفی کی علمی اور ٹھوس خدمت ہوئی ہے، وہ انظر من الشمس ہے اور بغیر کسی سخت معاند اور کور مغر کے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور خود حضرت نانوتویؒ نے غیر مقلدین حضرات کے رد میں جو ٹھوس علمی کتابیں مثلاً خلف الامم کے مسئلہ پر توشیح الکلام اور الدلیل المحکم اور بیس رکعات تراویح پر مصابیح الترویج وغیرہ اور اسی طرح دیگر مسائل مختلف فیہا میں جو مضامین اور اولہ تحریر فرمائے ہیں وہ علمی دنیا میں یادگار کے طور پر سنہری حروف میں ذکر کئے جاتے ہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

### تصحیح کتب

عالم نبیل محدث جلیل اور فقیہ وقت حضرت مولانا احمد علی صاحب مہارنپوری الحنفیہ (جن پر پہلے فالج کا حملہ ہوا تھا اور بالآخر ۱۲۹۷ھ کو وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے) نے محض کتب دینیہ کے احیاء و ترویج اور علوم و فنون اسلامیہ کے بقاء اور تحفظ کے لیے مطبع احمدی قائم کیا تھا جس کے ذریعہ درسی اور متداول کتب کی کافی حد تک تصحیح اور بعض کتب کے حواشی بھی لکھے گئے اور وقت کی ایک بہت

بڑی ضرورت اس طرح پوری ہوئی۔ اسی مطبع احمدی میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تصنیف کتب کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اور اس طریق سے علم دین کی خدمت کا حق ادا کرتے رہے اور ضمنی طور پر اس تصنیف سے معمولی سا جو حق محنت ملتا اُس پر گزراوقات کرتے اور اعزہ واقارب کے علاوہ مہمانوں کا حق پورا کرتے۔ زندگی نہایت سادہ، بے تکلف اور زاہد نہ تھی، شکل و صورت سے دیکھنے والوں کو یہ وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ یہ بھی کوئی مولوی ہیں مگر ان کو گڈری کے اس نعل کی کیا خبر تھی جو وقت کے فرائض کے مقابل میں ان ہارونی اور یونیورسٹی کے نعل اور زبان قلم سے ان کے دلائل باطل کے سیل رواں کو بہا کر اور ان کے گمراہ کن براہین کی فوجوں کو حقائق کے بحر قنزم کی موجوں کی نذر کر دیا۔ سچ ہے کہ نہ پوچھ ان حرقہ پوشوں کی بصیرت ہو تو دیکھ انکو

یہ بیضایے بیٹھے ہیں اپنی آسیںوں میں

بخاری شریف کے آخری پاروں کا حاشیہ

کتاب اللہ کے بعد دوا دین اسلام میں سب سے زیادہ صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے جس کی قدر و منزلت اور ضرورت و اہمیت کو ان مسلمان انکار کر سکتے ہیں؟ جس میں ہمارا دین بھی ہے اور دنیا بھی، ہمارا مذہب بھی ہے اور ہماری سیاست بھی، ہماری معیشت کے ہول بھی اس میں مذکور ہیں اور ہماری معاشرت کے احکام بھی، ہماری جسمانی خوراک کا اصولی انتظام بھی اس میں موجود ہے اور ہماری روحانی غذا کا عمل بھی اس میں مشروح ہے، سینکڑوں جید علماء اور فقہاء نے مختلف اور متعدد زبانوں میں اس کے

شروع دوحاشی لکھے ہیں، موجودہ بخاری شریف پر جو حاشیہ ہے (جو بڑی کاوش اور محنت کے ساتھ بیسویں شرح حدیث سے پوری ذمہ داری کے ساتھ اخذ کیا گیا ہے) اس کے چوبیس پچیس پاروں کا حاشیہ تو حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری نے کیا ہے اور باقی پانچ یا چھ پاروں کا حاشیہ (اور اہل علم ہی جانتے ہیں کہ بخاری شریف کے آخری پارے کتنے مشکل ہیں) مولانا سہارنپوری صاحب نے حضرت حمزہ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے سپرد کیا جو انہوں نے کمال عزم و احتیاط کے ساتھ لکھا اور بڑی عمدگی کے ساتھ اس سے عمدہ برآ ہوئے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سوانح قاسمی میں ارقام فرماتے ہیں کہ -

”اس زمانہ میں جناب مولوی صاحب مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری نے تحشیہ اور تصحیح بخاری شریف کی پانچ چھ سیپارہ آخر کے باقی تھے، مولوی (محمد قاسم) صاحب کے سپرد کیا، مولوی صاحب نے اُس کو ایسا لکھا ہے کہ اب دیکھنے والے دیکھیں کہ اُس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے؟ اس زمانہ میں بعض لوگوں نے کہ مولوی صاحب کے کمال سے آگاہ تھے مولوی احمد علی صاحب کو بطور اعتراض کہا تھا کہ آپ نے یہ کیا کام کیا ہے؟ کہ آخر کتاب کو ایک نئے آدمی کے سپرد کیا، اس پر مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ بدوں سمجھے بوجھے ایسا کر دوں اور پھر مولوی صاحب کا تحشیہ ان کو دکھلایا، جب لوگوں نے جانا، اور وہ جگہ بخاری میں سب جگہ سے مشکل ہے۔ علی الخصوص تاہید مذہب حنفیہ کا اول سے التزام ہے اور اُس جگہ پر (حضرت) اہم بخاری نے اعتراض مذہب

حقیقہ پرکے ہیں اور ان کے جواب لکھنے معلوم ہے کہ کتنے مشکل ہیں؟ اب جس کا ہی چاہے اس جگہ کو دیکھ اور سمجھ لے کہ کیا حاشیہ لکھا ہے؟ اور اس حاشیہ میں بھی یہ التزام تھا کہ کوئی بات بے سند کتاب کے محض اپنے فہم سے نہ لکھی جائے۔ وہ دسویں عمری محمد فاکرم ہنسنا، راقم الحروف کی محنتوں کی بناء پر ہندوستان میں حاشیہ کے ساتھ جنتی دفعہ اور جہاں بھی بخاری شریف طبع ہوئی ہے وہ اپنی حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی اور ہوتی ہے۔ اندازہ فرمائیے کہ یہ صدقہ جاریہ کس قدر ان حضرات کے دفعہ وجات کا موجب اور حضرات علما کے صحیح بخاری سے استفادہ کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ تاقیامت اس صدقہ جاریہ کو جاری رکھے۔ ع۔

”ہے لاکھوں برس ساقی ترا آبا و میخانہ“

### قیام دارالعلوم دیوبند کے اسباب

دنیا کا کوئی کام بغیر کسی سبب، داعیہ اور محرک کے معرض وجود اور منتہی نشود پر نہیں آتا، ہم جب ٹھنڈے دل کے ساتھ ہندوستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں سر پہری ایلٹ کی مسخ شدہ تاریخ سے پہلے ہندوستان کی سیاسی اور مذہبی تاریخ کسی اور صورت میں نظر آتی ہے۔ سیاست کی باتیں تو سیاسی حضرات بہتر جانتے ہیں کیونکہ لکھنؤ میں بحال ہم صرف مذہبی نقطہ نظر سے یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں کم و بیش ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت اور دورِ اقتدار رہا ہے جس میں نہایت فراخ دلی سے (بلکہ بعض بادشاہوں کی طرف سے بڑے لمحہ نہ انداز میں) ہر فرقہ اور ہر



اہل مذہب کو اپنے مذہب پر پابند رہنے اور مذہبی رسوم بجالانے کی کھلی آزادی تھی جب  
گورنمنٹ زمانہ سے سلطنت مغلیہ کاٹنا آہوا چرائی گئی اور اپنوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے  
ظالم اور جابر برطانیہ قمر الہی کی صورت میں ہندوستان پر نمودار ہوا تو اس کے مقابلہ کے لیے  
ہندوستان کی دیگر اقوام عموماً اور مسلمان خصوصاً میدان میں نکلے اور عملی طور پر اس کے ساتھ  
جہاد کیا جس کو انگریز کے محسوس دُور میں نمک خوردن برطانیہ عذر، ۱۸۵۷ء کے ساتھ تعبیر  
کرتے رہے ہیں، اس جہاد میں کون کون حضرات شریک تھے اور کس کس مقام پر لڑے؟  
اور ہر مقام پر اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟ یہ اور اسی قسم کے دیگر کئی امور ہمارے حیطہ امکان سے باہر  
ہونے کے علاوہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ ہمیں تو اثباتِ معنی کے لیے بانی دارالعلوم  
دیوبند اور ان کے چیدہ چیدہ بعض احباب و اصحاب کا تذکرہ کرنا ہے کہ اُنہوں نے  
کس حد تک انگریز کے خلاف جہاد کیا؟ اور انگریز نے ان کے خلاف کیا رائے قائم کی؟  
اور اس وقت انگریز کے اہل ہند اور خصوصاً مسلمانوں کے خلاف کیا عزائم تھے؟ اور وہ  
ہندوستان میں کیا دیکھنا اور کیا کرنا چاہتا تھا؟ اور کس حد تک وہ کر چکا ہے؟ جب  
ہم تاریخ کے اس موڑ پر آتے ہیں اور تاریخ کے اوراق میں وہ دگدگات واقعات پڑھتے  
اور دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھیں پُٹم ہو جاتی ہیں، ہاتھ میں قلم لڑتا ہے، دل سیاب  
کی طرح بے قرار ہو جاتا ہے، سانس ٹکٹے لگتا ہے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا  
چھا جاتا ہے، سب واقعات تو تاریخ ہی میں پڑھیں ہم شے غور و خرد سے چند  
حقائق کی طرف اشارہ کیے دیتے ہیں جن میں عقلمندوں کے لیے بڑی عبرت ہے

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ۖ

گاہے گاہے باز خواں اس قصہ پاریہ را

## جہاد شامی

اہل ہند جب انگریز کے مظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور جب اس کے خلاف لڑتے ہوئے لاکھوں جانیں جاتی رہیں اور ہزاروں مسلمان شہید ہوئے اور تیرہ ہزار سے زیادہ حبیدہ علماء کرام کو تختہ دار پر چڑھایا اور پھانسی پر لٹکایا گیا اور اس وقت میدان کارزار کے آس پاس شاید ہی کوئی درخت ایسا ہو گا جس پر مظلوم ہندوستانیوں کی اور شہید مسلمانوں کی لاشیں نہ لٹکتی ہوں اور ظالم انگریز کے کارندے ان کو دیکھ دیکھ کر زخوش ہوتے ہوں۔ اسی دور میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب حصار ممبئی کی زیر قیادت، تھانہ بھون سے مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر شامی کی گواھی کی طرف روانہ ہوا جو انگریز کے کارندوں اور اس کی فوج کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس لشکر میں حضرت مولانا محمد قائم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حافظ محمد ضامن صاحب شہید (جو ۱۸۵۷ء میں اسی شامی کے مقام پر شہید ہوئے تھے) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

آپ سمجھتے ہیں کہ کہاں جابر اور ظالم برطانیہ جو ملک پر برسرِ اقتدار تھا اور کہاں نیتے اور بے سرد سامان مجاہد؟ مگر ان بہادروں اور ولیروں نے اور ان میں خصوصیت کے ساتھ حضرت نانوتوی نے اپنی شجاعت کے خداداد جوہر اس جہاد شامی میں دکھائے،

بالآخر ان حضرات کو شکست ہوئی، کچھ حضرات تو زخمی ہوئے، اور حافظ محمد مناس صاحب  
 شہید ہو گئے، الغرض مقابلہ خوب ہوا، اور بعض دیوبند کے فوجیوں کو (جن میں ایک سکھ  
 بھی تھا جس کو حضرت نانوتویؒ نے اپنی تلوار سے کاٹ کر ٹولی کی طرح دو ٹکڑے کر دیا تھا)  
 جہنم رسید کیا گیا اور غالباً ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے دے دے پیر  
 مُقرب بلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

جب انگریز کو اس کا علم ہوا کہ حضرت حاجی صاحبؒ، مولانا نانوتوی صاحبؒ  
 اور مولانا گنگوہی صاحبؒ جو پہنے زمانہ کے نامور علم اور صوفی تھے، ہماری خلاف جہاد میں  
 شریک ہوئے ہیں تو ان تینوں کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کئے گئے۔

چنانچہ حضرت مولانا عاشق الہی صاحبؒ میرٹھی لکھتے ہیں کہ:-

”ان تینوں حضرات کے نام چونکہ وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور گرفتار  
 کنندہ کے لیے صلہ تجویز ہو چکا تھا اس لیے لوگ تلاش میں سامعی اور صراحت  
 کے لیے لگے دو میں پھرتے تھے۔“ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۸۷)

انگریز کے اس ظالم حکم سے بچنے کے لیے کچھ دن تو حضرت نانوتویؒ وغیرہ احباب کے  
 شدید اصرار پر رد پوشش ہے، پھر نکل آئے جیسا کہ بقدر ضرورت اس کا ذکر آئندہ آئے گا۔  
 انشاء اللہ العزیز، جب لاکھوں انسانوں پر برطانیہ یہ مظالم کر چکا تو بیرونی دنیا کی مزید  
 بدنامی سے بچنے کے لیے اور اہل ہند پر اپنا فرعونی احسان جتلانے کی خاطر کچھ عرصہ بعد

دارنٹ گرفتاری اور دیگر کئی سخت احکام واپس لے لیے گئے اور اس طرح ان مظلوموں کی ظالم کے ہاتھ سے گونوا صی ہوئی، اس جہاد اور ہنگامہ میں اہل ہند اس قدر حق بجانب تھے کہ خود ظالم انگریز اس کا اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ مسٹر لیگی اس ہنگامہ کے بارے میں اپنا یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی بغاوت حق بجانب کسی جاسکی ہے تو وہ ہندوستان کے ہندو مسلمان کی بغاوت تھی (بحوالہ حکومت خود اختیاری ص ۴۲) اور اس ہنگامہ میں انگریز نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس کا بھی کچھ نمونہ دیکھتے جائیے۔

مسٹر رسل کا یہ مقلولہ ہے کہ مسلمانوں کو خنزیر کی کھالوں میں سی دیا گیا اور قتل کرنے سے قبل خنزیر کی چربی ان کے بدن پر ملی گئی اور پھر انہیں جلایا گیا۔ (تمغہ کا دوسرا رخ مصنفہ ایڈورڈ ٹامس صفحہ ۴۸)

ملاحظہ کیجئے کہ ظالم برطانیہ نے کس قدر سفاکانہ اور حیا سوز حرکتیں مسلمانوں پر روا رکھیں اور کس طرح ان کے بے گناہ خون سے ہولی کھیلی گئی مگر بایں ہمہ مسلمان مردانہ وار اس ظالم کے سامنے ایمان سے بھرپور سینے تان کر پیش ہوتے رہے اور بڑبانِ حال اس سے یوں خطاب کرتے تھے کہ:

گئے وہ دن کہ ہمیں زندگی کی حسرت تھی  
فضول قتل کی دیت ہے دہکیاں صیاد

عزائم برطانیہ

انگریز کو جب ہندوستان پر سیاسی اقتدار حاصل ہو گیا تو شیخ جلی کی طرح اس کے

دل میں خفتہ اور نہال آرزوئیں اور ارادے زبان اور قلم کی لوک سے بھی ظاہر ہونے لگے۔  
گورنر ہند لارڈ ایلن برائے ۱۸۴۳ء میں ڈیوک آف ولنگٹن کو لکھا ہے کہ:-

”میں اس عقیدہ سے چشم پوشی نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کی قوم اصولاً ہماری دشمن  
ہے اس لیے ہماری حقیقی پالیسی یہ ہے کہ ہم ہندوؤں کی رضا جوئی کرتے ہیں۔“  
(ان پیپی انڈیا ص ۳۹۹)

انڈیا کی سپریم کونسل کے باوقار رکن سر چارلس ٹریویون جو حکومت کی طرف سے گورنری کے  
بلند عہدہ پر فائز تھا، پورے وثوق سے یہ کہتے ہوئے کہ یہ میرا یقین ہے، یہ امید قائم  
کئے ہوئے تھا کہ۔

”جس طرح ہماری بزرگ کل کے کل ایک ساتھ عیسائی ہو گئے تھے اسی طرح  
یہاں (ہندوستان) میں بھی ایک ساتھ عیسائی ہو جائیں گے۔“

(بحوالہ مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۱۴۳)

اور برطانیہ کی پارلیمنٹ کے ممبر سر میننگٹن نے آغاز ۱۸۵۷ء میں پارلیمنٹ کے دراجہ  
میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ۔

”خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے  
زیر نگیں ہے تاکہ عیسائی مسیح (علیہ السلام) کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سر  
سے دوسرے تک لہرائے، ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی  
بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیئے اور اس میں کسی طرح

تسائل نہ کرنا چاہیے ؛ حکومت خود اختیاری مسئلہ اور علمائے حق کے مجاہدانہ  
کارنامے حصہ اول مسئلہ ۱)  
اور لارڈ رابرٹس نے کہا کہ ۔

”ان بد معاش مسلمانوں کو بتادیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی  
ہندوستان پر حکومت کریں گے“ (علمائے ہند کی شاندار ماضی کا آخری حصہ  
تصویر کا دوسرا رخ مسئلہ ۲ طبع اول )

غور فرمائیے کہ سیاحیہ بوم (ظالم برطانیہ) کے مخوس دورِ اقتدار میں ہندوستان کی سرزمین پر  
کس طرح زبوں حالی کا گھپ اندھیرا چھا گیا تھا جس میں لٹے قائم کرنے والوں نے یہاں  
تک لٹے قائم کی کر ۔

”اب اسلام صرف چند سالوں کا مہمان ہے“

(مورج کوثر مٹا مصنفہ شیخ محمد اکرم صاحب ایم اے)

اس نازک دور اور نامساعد حالات میں علمائے دیوبند کثر اللہ جہاد میں جس طرح  
جہمت و استقلال کا ثبوت دیا ہے اس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ آخر  
بتلائیے کہ اس وقت تمام گمراہ کن تحریکوں کا مقابلہ کس نے کیا ؟ ظالم برطانیہ کے  
فلا دی پنجہ سے کس نے ٹکمر لی ، جان عزیز کو ہتھیلی پر رکھ کر کس نے جہاد ۱۸۵۷ء میں  
بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ؟ آیوں اور ہادیوں کا تعاقب کس نے کیا ؟ ان کی تمدنی کتابیں  
اور رسالے کس نے لکھے ؟ کس نے تقریروں کے ذریعہ اسلام کی حقانیت واضح کرتے

ہوئے ان باطل فرقوں کے مکائد اور وسیعہ کاریوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیا؟ اور اس  
ہنگامے میں کس طبقہ کے علماء کے ساتھ انتہائی ہیمنانہ سلوک روا رکھا گیا؟ اور نہایت  
بے دردی کے ساتھ درختوں پر کن کو ہلکایا گیا؟ اور ملک عزیز سے جلا وطنی کی وحشیانہ سزائیں  
کس طبقہ کی اکثریت کو دی گئیں؟ اور تختہ دار پر بٹھانے کے لیے زبانِ حال سے یہ کتے بھونٹے  
کس نے خوشیاں منائیں کہ سہ

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے

جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

برطانیہ کا ایک ایسا دور بھی گزرا ہے جس میں ان کا یہ دعویٰ تھا کہ ہماری حکومت میں سب  
غروب نہیں ہوتا۔ اگر ایک جگہ غروب ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے اور برطانیہ  
کے مغرور وزیرِ اعظم ملٹر گیلڈ سٹون نے یہ کہا تھا کہ اگر آسمان بھی ہم سے سروں پر گرنا چاہے تو  
ہم سنگینوں کی نوک پر اسے تھام سکتے ہیں، (معاذ اللہ) اس دور میں بھی علماءِ دیوبند نے  
اس ظالم برطانیہ کے خلاف صدائے حق بلند کی اور اس سے نبرد آزما ہے ہیں اپنا پنجہ  
یوپی، اکے گورنر جیمس اسٹون نے اسیر ہالٹ حضرت شیخ الحداد مولانا محمود الحسن صاحب  
دیوبندی (المتوفی ۱۳۳۹ھ) کے بارے میں ایک موقع پر کہا تھا کہ اگر اس شخص کو جلا کر خاک  
بھی کر دیا جائے تو وہ بھی اس کو چہرے میں اڑے گی جس میں کوئی انگریز ہو گا۔ نیز یہ بھی  
راہی ہی کا مقولہ ہے کہ اگر اس شخص کی بوٹی بوٹی کر دی جائے تو ہر بوٹی سے انگریزوں کے  
خلاف عداوت ٹپکے گی۔ (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۸۷ مصنفہ حضرت مولانا منظر الحسن

صاحب گیلانی المتوفی ۱۳۶۱ھ) غالباً ایسے ہی موقعہ کے لیے کہا گیا ہے کہ  
 وہی مومن ہے جس کو دیکھ کر ہلال نکلتے تھے کہ اس مرد خدا پر عمل نہیں سکتا منوں میرا  
 عیسائی بنانے کے لیے طریق کار

آپ باحوالہ پہلے یہ پڑھ آئے ہیں کہ انگریز نے ہندوستان میں ذمہ حکومت ہاتھ میں لیتے  
 ہی تمام ہندوستانیوں کو ایک ساتھ عیسائی بنانے کا خواب دیکھنا شروع کیا اور اس کے  
 لیے ملازمتوں اور میموں، نوکریوں اور چھوٹیوں کی پیشکش کے علاوہ اور بھی کئی حربے  
 اختیار کیے گئے، ان میں ایک طریق یہ تھا کہ ہندوستانیوں کو اتنا غریب اور مغلوب الحال  
 کر دیا جائے کہ وہ عیسائیوں کی جھولی میں پڑنے کے لیے مجبور و لاچار ہو جائیں، چنانچہ عوام کی  
 غربت اس حد تک عمداً اپنی چادری گئی تھی کہ بقول سرسید صاحب ڈیڑھ آنہ یومیہ یا ڈیڑھ  
 سیرانج پر ہندوستانی اپنی گردن کٹوانے پر بخوشی تیار ہو جاتا تھا، (بغابت ہند صنف)  
 اور سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک طریقہ جو انگریز نے تجویز اور اختیار کیا تھا، وہ یہ تھا کہ قرآن پاک  
 اور اس کی تعلیم اور علوم اسلامیہ کو کسر مٹا دیا جائے تاکہ ایمان و یقین کی وہ پختی جو مسلمانوں  
 کو حاصل ہے، بالکل ختم ہو جائے اور عیسائیت کا راستہ ان کے لیے سہل اور ہموار ہو جائے  
 اور اس کے مقابلہ میں انگریزی تعلیم کو اس قدر عام اور رائج کر دیا جائے کہ کوئی شخص اپنے  
 لیے اس کے سوا چارہ کار نہ جائے (چنانچہ قرآن جیسی جامع و مکمل، بے نظیر اور انقلاب  
 انگیز کتاب کی بے پناہ قوت اور طاقت سے مخالفانہ بدحواس ہو کر برطانیہ کے مشور  
 ذمہ دار وزیر اعظم گلیڈ اسٹون نے بھرے مجمع میں قرآن کریم کو اٹھائے ہوئے بلند آواز سے



یہ کہا تھا کہ۔

”جب تک یہ کتابہ اونیامیں باقی ہے دنیا محمدن اور مذہب نہیں ہو سکتی“ (بحوالہ خطبہ صدرت مصلٰہ اجلاس پنجاب سالہ آل انڈیا مسلم یوٹھ کونسل کانفرنس علی گڑھ از حضرت مدنیؒ) اور مہتری ہرینگٹن طاس نے کہا کہ۔

”مسلمان کسی ایسی گورنمنٹ کے جس کا مذہب دوسرا ہو اچھی رعایا نہیں ہو سکتے اس لیے کہ احکام قرآنی کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں ہے“ (بحوالہ حکومت خود اختیاری ص ۵۵) الغرض قرآن کریم کو مٹانے اور مسلمانوں کے اسلامی جذبات کو ہندوستان سے نیست نابود کرنے کے لیے ایسے ایسے حربے استعمال کئے گئے کہ شیطان بھی دم بخود ہو کر رہ گیا اور لارڈ میک آٹے نے توصات لفظوں میں کہا کہ

ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان پیدا کرنا ہے جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں تو دل اور دماغ کے اعتبار سے فرنگی یہ

(بحوالہ مدینہ بخنور ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء)

اور سچ پوچھئے تو اس میں ان کو کافی حد تک کامیابی حاصل ہوئی جیسا کہ کسی بھی جناب علم پر یہ مخفی نہیں ہے۔

یہ طریقہ تو وہ تھا جو براہ راست حکومت برطانیہ اور اس کے ذمہ دار اصحاب نے اختیار کر رکھا تھا، اس کے علاوہ پادری صاحبان کی طرف سے (جن کی حفاظت و نگرانی اور مالی سرپرستی خود انگریز کر رہا تھا) عیسائیت کی جارحانہ تبلیغ ہندوستان میں

جو شروع کی گئی وہ اپنے مقام پر ایک سانحہ عظیم اور آفاتِ ارضی میں سے ایک بہت بڑی آفت  
تھی مسلمانوں پر تو حکومت کی طرف سے صد ہا آئینی پابندیاں عائد تھیں کہ وہ انگریز کے خلاف  
لب کٹائی کرنے کے مجاز نہیں مگر (العیاذ باللہ) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پادریوں  
پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی بقول کسے یہ

ہے اہل دل کے لیے اب یہ نظم بہت دکشاد  
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سنگ آزاد

### پادریوں کی تبلیغ

ہندوستان میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے سلطنت اور اقتدار جدنے کی دیر تھی کہ مختلف  
قسم کے مذہبی فتنے عذابِ الہی کی صورت میں نمودار ہوئے اور سادہ لوگوں کے میندھکوں کی  
طرح بازاروں اور کوچوں، گلیوں اور محلوں میں پادری صاحبانِ جوق در جوق اور جماعت  
جماعت گردش کرتے بچے اور مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکے ڈالتے ہوئے نظر آنے لگے اور ہندوستان  
میں شاید ہی کوئی قابلِ ذکر شہر اور خوش نصیب قصبہ ایسا ہو گا جس کو پادری صاحبان  
نے اس دور میں اپنے منہوس پاؤں سے نہ روندنا ہو اور اسلام کے خلاف خوب زہر افگن کر  
مسلمانوں کی دل آزاری نہ کی ہو اور جارجیاں رنگ میں عیسائیت کی تبلیغ میں کوئی  
کمی چھوڑی اور مسلمانوں کو چیلنج نہ دیا ہو ایسے تمام واقعات کا استیعاب اور احاطہ نہ  
تو ہمارے بس کا روگ ہے اور نہ ان پر ہمارا مدعی موقوف ہے اس لیے ہم ان کو قلم انداز  
کرتے ہیں، صرف دو تین واقعات بطور نمونہ عرض کئے دیتے ہیں، ہر عقل مند انسان

ان سے بجز حقیقت کی ترک پہنچ سکتے اور نادان کے لیے تو دفتر کے دفتر بھی بے سود ہیں۔  
چاندپور کا مذہبی اجتماع

ہندوستان میں عیسائیت کی وسیع پیمانہ پر تبلیغ کو دیکھ کر ہندوؤں میں بھی یہ جرات پیدا ہو گئی کہ وہ اپنے مذہب کا پرچار کریں اور عیسائیوں کی طرح وہ بھی مسلمانوں کا مذاق اڑائیں اور انہیں اُلٹھتے رہیں، چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ مشہور شہر شہر جہان پور سے پانچ چھ میل کی مسافت پر ایک قصبہ تھا جس کا نام چاندپور تھا، وہاں کے ایک ہندو رئیس منشی پیارے لال کبیر پنہتی نے ۱۲۹۳ھ میں ایک مذہبی جلسہ بنام ”میلہ خدا شناسی“ مقرر کیا جس میں مسلمانوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کا باہمی مباحثہ طے پایا اور تینوں فریق اس میں شریک ہوئے، مگر لالہ جی نے کمال ہوشیاری اور انتہائی چالاکی سے ایک مختصر سی لیکن نہایت بے معنی اور مہمل لکھی ہوئی تقریروں شروع کی کہ میاں کبیر نے کنول کے پھول میں جنم لیا اور ان کے پنہتے میں جاگتے سوئے سانس چلتا رہتا تھا، جس کو عیساں اور پسیلی کہنا زیادہ مناسب ہوگا اور اس طرح اپنی اور اپنے ہم مذہبوں کی جان چھڑائی اور اصل گفتگو مسلمانوں اور عیسائیوں میں رہی اور اس اجتماع میں، عیسائیوں کی طرف سے ان کے دیگر نامی گرامی پادریوں کے علاوہ پادری نوٹس صاحب انگلستان بھی تھے جو بڑے ستان، عمدہ مقرر اور چوٹی کے مناظر تھے، پادری نوٹس صاحب کا یہ بے بنیاد دعویٰ تھا کہ مسیحی دین کے مقابلہ میں محمدی دین کی کچھ حقیقت نہیں (معاذ اللہ) اور اہل اسلام کی طرف سے جو حضرات اس موقع پر موجود تھے، ان میں شاہیر میں سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی،

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن صاحب دیوبند، حضرت مولانا محمد الحسن صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا سید ابوالمنصور صاحب دہلویؒ اہم فن مناظرہ اہل کتاب خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ دیگر حضرات علماء اور اہل دل اور دیندار مسلمانوں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ پہلے دن تو مباحثہ میں متعدد حضرات نے حصہ لیا اور پادری نوٹس صاحب کے مزعوم دلائل کے جوابات دیتے رہے اور اپنے دعویٰ کا اثبات کرتے رہے مگر دوسرے دن مناظرہ میں صرف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے حصہ لیا اور ایسے دلائل اسلام کی حقانیت پر پیش کئے کہ مجمع داعین میں بغیر نہ رہ سکا اور دین سچی کے منسوخ اور ناقابل اتباع ہونے پر ایسے ٹھوس براہین پیش کئے کہ پادری باہم کستے تھے آج ہم مغلوب ہو گئے (گفتگوئے مذہبی بلقرب تاریخی میلہ خدائشاسی ص ۲۵)

اس مناظرہ کی مکمل روداد اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیے کہ پادریوں کا مغرور سر کیسے سرنگوں ہوا اور اسلام کی حقانیت اور صداقت کس طرح آشکارا ہوئی سچ ہے کہ نہ نور خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن چھوٹوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جلیگا شاہجہان پور

اس مناظرہ کے تقریباً ۱۲ سال بعد ۱۲۹۵ھ میں شاہجہان پور میں اہل اسلام اور ضلعت باطل فرقوں کا مناظرہ اور مباحثہ ہوا جس میں پنڈت ویانند سرسوتی مفتی المذہب پادری اسکاٹ مفسر انجیل اور پادری نوٹس صاحب وغیرہ نے حصہ لیا اور اہل اسلام کی طرف سے متعدد علماء راجی اور شاہیر اس وقت اور اس مقام پر حاضر اور موجود تھے مگر مناظرہ

پادریوں اور مسلمانوں کا ہوا اور لائے وقت کی نزاکت کا فائدہ اٹھا گئے۔ اس میں حضرت  
 حجۃ الاسلام مولانا محمد قائم صاحب نانوتویؒ مناظر تھے، انہوں نے عقلی و نقلی رنگ میں  
 ایسی صحیح اور قطعی دلیلیں پیش فرمائیں کہ پادری صاحبان سے ان کا کوئی معقول جواب  
 نہ بن سکا اور اس موقع پر بھی اسلام اور اہل اسلام کا بول بالا ہوا مسلمانوں کی کھلی فتح کا ملکہ  
 اور عیسائیوں کے علاوہ متعصب ہندوؤں نے بھی اقرار کیا، چنانچہ منشی پیدے لال نے  
 یہ کہا کہ مولوی قائم صاحبؒ کا حال کیا بیان کیجئے؟ ان کے دل پر علم کی سُرستی (علم  
 کی دیہی) بول رہی تھی۔ (مباحثہ شاہجہاں پور ص ۹۲) اور پورے بالوئے صفحات پر  
 اس مناظرہ کی روداد بار بار طبع ہو چکی ہے، اہل علم اس سے استفادہ کریں، اس کے  
 علاوہ حجۃ الاسلام نے پادری تارا چند سے بھی مناظرہ کیا، چنانچہ سولہ مخفی ۱۵  
 از مولانا محمد یعقوب صاحبؒ میں ہے۔

”ایک پادری تارا چند نام تھا، اُس سے گفتگو ہوئی اور وہ بند ہوا اور گفتگو سے  
 بھاگا سچ ہے شیروں کا مقابلہ لومڑیاں کیا کر سکیں۔“

### پادری فنڈر کا فتنہ

پادری ڈاکٹر کارل فنڈر (جو ایک جرمنی مشنری تھا جسے روسی سلطنت نے جوڑیا کے  
 قلعے شوٹا سے بدر کر دیا تھا، جس نے فارسی زبان میں ”میزان الحق“ نامی ایک کتاب  
 شائع کی اور پھر اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ملاحظہ ہو اہل مسجد ص ۳۱۳) مصنفہ ایل بیون جو نژاد  
 بی بی، ڈی لندن مترجمہ جے عبد السمحان بی بی، بی ڈی پنجاب ریمس ایک

سوسائٹی انارکلی لاہور) نے ہندوستان پہنچ کر اور انگریز کی سرپرستی حاصل کر کے جس دریدہ  
 دہنی سے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی اور اہل اسلام کے خلاف جو زہر اگلا اور غیر اسلام  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں جو جو بہتان  
 تراشی اور اتہام بازی اس نے اختیار کی اس سے مسلمان تو آخر مسلمان ہیں مصنف مزاج  
 غیر مسلم بھی صد نفرتیں کئے بغیر نہیں رہ سکتا، پادری فنڈر جو اپنی بیباکی میں مشہور تھا،  
 ہندوستان کے ایک سکر سے دوسرے سکر تک تبلیغ عیسائیت کے سلسلہ میں سرگرم  
 عمل تھا چنانچہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب عثمانی کیرانوی (المتوفی ۲۲ رمضان ۱۳۰۹ھ)  
 جو حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہ العزیز کی اولاد میں تھے اور سلسلہ  
 ولی اللہی میں منسلک ہو کر دہلی میں تعلیمی اور تبلیغی خدمت انجام دے رہے تھے، اور آپ  
 کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ میں کیرانہ ضلع مظفرنگر میں ہوئی تھی اس نے پادری فنڈر  
 کے ساتھ خط و کتابت کی اور اس کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور تمام ابتدائی مراحل طے کر لینے کے  
 بعد اکبر آباد آگئے جس کئی دن کے لیے مناظرہ طے ہوا، یہ مناظرہ ۱۱ اپریل ۱۸۵۴ء مطابق  
 ۱۲ رجب ۱۲۶۰ھ کو ہوا تھا جو اسلام اور عیسائیت کی صداقت اور حقانیت واضح کرنے  
 کے لیے فیصلہ کن اور تاریخی ہندوستان میں اس موضوع کا سب سے پہلا اور عظیم الشان  
 مناظرہ تھا جس میں طرفین سے معزز مسلمان، ہندو اور انگریز اس مناظرہ کے جج اور نصف  
 قارئین گئے تھے چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے آخری اور یکے دین کا حامی و ناصر ہے اس نے  
 اسلام کی صداقت کا ظاہری سبب اس موقع پر حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب

کو بنایا جنہوں نے اپنی خدا واد قابلیت، عمدہ ذہانت اور تبحر علمی سے تین روز کے متواتر مناظرہ میں دلائل قاہرہ اور براہین ساحلہ سے اس امر کو ثابت کر دیا کہ موجودہ انجیل جس پر آج پادری صاحبان کو فخر و ناز ہے، بالکل محرف ہے جس میں ذرہ بھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، اور خود عیسائیوں کے مابین ناز اور چوٹی کے مناظر پادری فنڈر صاحب کو عام جلسہ میں انجیل مقدس کی تحریف تسلیم کئے بغیر اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا، نتیجہ یہ ہوا کہ رات کی تاریکی ہی میں پادری فنڈر صاحب اپنے چیلوں سمیت بھاگ گئے، جب چوتھے دن حسب معمول مناظرہ کا وقت آیا تو پبلک اور منصف تو بھی حاضر ہو گئے مگر پادری فنڈر صاحب کا کہیں نام و نشان نہ ملا، ناچار تمام محفل اور منصفوں کو جو طرفین سے حکم قرار دیئے گئے تھے، عیسائیت کے خلاف فیصلہ کرنا پڑا، اور پادری فنڈر صاحب نے ہندوستان چھوڑ کر دیگر ممالک اسلامیہ میں اپنے دجل کا جال بھیلانے کی سعی اور کوشش کی، چنانچہ وہ پھرتا پھرتا ترکی بھی جا پہنچا، اور وہاں کے علماء کو چیلنج کرنا پھرا، چونکہ وہ بے چارے اس کے ہتھکنڈوں سے واقف نہ تھے، اس لیے اس دریدہ دہن کے منہ نہ آتے تھے۔ بالآخر سلطان عبدالعزیز خان ترکی کی خواہش اور صدر اعظم خیر الدین پاشا تونسجی کی تحریک پر حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب نے عربی زبان میں ایک محقق اور مدلل کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام اظہار الحق رکھا جس کا ترکی، فارسی اور یورپ کی مختلف اور متعدد زبانوں میں ترجمہ ہوا جب ۱۸۹۱ء میں انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ شائع ہوا تو مشہور اخبار ٹائمز آف لندن نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھا کہ "اگر لوگ اس کتاب کو پڑھتے ہیں

تو دنیا میں عیسائی مذہب کی ترقی بند ہو جائے گی! (ملاحظہ ہو علمائے حق کے مجاہدانہ کائنات  
حصہ اول) ص ۳۶

راقم الحروف نے آج سے تقریباً ستر سال پہلے ”اظہار الحق“ کے عربی نسخہ کا مطالعہ  
کیا ہے، بلاشبہ ردِ عیسائیت کے لیے بہترین اور لاجواب کتاب ہے مگر صرف اہل علم  
حضرات کے لیے۔

ان مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی و درکار

یہ حقائق ہیں تماشائے لب بام نہ ہیں

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کے علاوہ اس وقت حضرت مولانا رحم علی  
صاحب منگوروی، مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری، مولانا عنایت رسول صاحب چڑیا  
کوٹی ڈاکٹر وزیر خان صاحب اگر دی نے بھی عیسائیت کا خوب رد کیا اور اسلام کے ناقابل  
شکست قلعہ کو محفوظ رکھنے کی سعی بیغ کی۔

آریہ کافتنہ

آپ اوراقِ گزشتہ میں یہ پڑھ چکے ہیں کہ انگریز نے اقتدار اور حکومت کے بل بوتے پر  
اور پادری صاحبان نے حکومتِ برطانیہ ہی کے زیرِ سایہ رو کو تبلیغ کے ذریعہ کس طمع  
مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا اور کیا کوششیں اور کاوشیں کیں، یہ مصائبِ مسلمانوں  
کے لیے کیا کم تھے؟ مگر جب مصائب و آفات کے گھنگھو بادل چھا جاتے ہیں تو ان  
سے مصیبت کا صرف ایک ہی قطرہ نہیں ٹپکتا، بلکہ ایسی موسلا دھار بارش ہوتی ہے



کہ مشکلات و مہلت کے سیلاب اُٹھاتے ہیں۔ ایک طرف انگریز اور عیسائیوں کا عظیم فتنہ تھا اور دوسری طرف انگریزوں کے چہتے ہندوؤں اور آریاؤں کا کرتا دھرتا سماجی دیانند سرسوتی جو اپنے منطقیانہ اور فلسفیانہ استدلالات میں مشہور تھا، پورے ہندوستان میں لوگوں کو آریہ بنانے اور مسلمانوں کو مرتد کرنے کی (معاذ اللہ) مہم چلا رہا تھا، بیسیوں اس کے چیلے اور شاگرد تھے جو اسی کی ڈگر پر اسلام کے خلاف زہر اُگلتے تھے، سرسوتی کی قہمت اور دریدہ دہنی کا اندازہ لگانا ہو تو اس کی کتاب ستیارتھ پر کاشش کا چودھواں باب ملاحظہ کیجئے جس میں اُس نے بحیال خویش قرآن کریم کی بسم اللہ سے لے کر والہ الناس تک کی تمام سورتوں پر اعتراضات کئے اور ان کی کمی اور خامی بتلائی ہے۔ (العیاذ باللہ) سرسوتی ہر مقام پر اسلام اور اسلامی عقائد پر خوب برساتا تھا اور اہل اسلام کو جواب کے لیے لاکھارتا تھا۔ چنانچہ اپنا تبلیغی دورہ کرتا ہوا ۱۲۹۵ھ میں وہ رڑکی جا پہنچا اور کئی دن تک وہاں قیام کر کے اسلام کے خلاف خوب دل کھول کر زہر اُگلتا رہا، چونکہ وہاں اس وقت کوئی ایسا مستعد اور مناظر عالم نہ تھا جو اس کے فلسفیانہ اعتراضات کا جواب دے سکتا۔ اس لیے میدان کو خالی دیکھ کر اس کی ہمت اور دوچند ہو گئی، حتیٰ کہ سر بازار اُس نے اسلام کے خلاف نازیبا اور رواہی باتیں کہنا شروع کر دیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت ان دونوں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ (جو پہلے ہی سے ضعیف النفس کے موذی مرض سے دوچار تھے) بخار اور کھانسی کے شدید مرض میں مبتلا تھے اور ان کی علالت کی خبر ہی باقاعدہ ان کے احباب و تلامذہ اور عقیدت مندوں کو پہنچی

رہتی تھیں، سرتوتی کے کانوں میں بھی حجۃ الاسلام کی بیماری کی خبر پہنچ گئی تھی، جب رڑکی کے کچھ درو دل رکھنے والے اور غیرت مند مسلمانوں نے سرتوتی کا حسب استطاعت جواب دینا ضروری سمجھا تو پنڈت صاحب یہ کہہ کر بات ٹال گئے (اور معلوم ہوتا ہے کہ پنڈتوں کو بات ٹالنے کا خاصا ملکہ اور نرالا ڈھنگ معلوم ہے جیسا کہ اس وقت پنڈت نرو صاحب مسئلہ کشمیر کو سالہا سال سے ٹال رہے ہیں مگر تاجکے جگہ ہم تو جاہلوں سے گفتگو کرنے کے لیے بالکل آمادہ ہی نہیں اپنے کسی بڑے مذہبی عالم کو بلاؤ پھر ہم گفتگو کریں گے، اور حضرت نانوتویؒ کی علالت کی خبر سن کر اس سے پنڈت جی نے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا کہ ہاں اگر مولوی کاسم (مولوی قاسم) آئیں تو پھر ہم گفتگو کریں گے، پنڈت جی نے حالات سے بھانپ لیا تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب اس شدید علالت میں کیونکر اور کیسے آسکتے ہیں؟ لہذا کوئی ایسی شرط لگاؤ کہ گفتگو کی نوبت ہی نہ آئے اور نہ پنڈت جی کے مبلغِ علم کا بھرم کھلے اور نہ شرمندگی حاصل ہو، بقول شخصے، نہ نومن تیل ہو گا نہ رادھا نلپے گی۔

جب لوگوں نے شدید اصرار کیا کہ پنڈت جی آپ مولانا نانوتویؒ ہی سے گفتگو کرنے پر کیوں مصر ہیں تو وجہ تخصیص یہ بیان کی، میں تمام پورب میں پھرا اب تمام پنجاب میں پھر کر آیا ہوں، ہر اہل کمال سے مولانا کی تعریف سنی، ہر کوئی مولانا کو یکتائے روزگار کہتا ہے اور میں نے بھی مولانا کو شاہ جہان پڑے کے جلسہ میں دیکھا ہے، ان کی تقریر دلاویز سنی ہے، اگر آدمی مباحثہ کرے تو ایسے کامل و یکتائے کرے جس سے

کچھ فائدہ ہو کچھ نتیجہ نکلے۔ (بحوالہ مقدمہ انتصار الاسلام ص ۵۰۲ از مولانا فخر الحسن صاحب)

اہل رُڑکی نے جب حضرت نانوتویؒ سے پُر زور استدعا کی تو حضرت کے لیے خود شدتِ علالت میں وہاں پہنچنا تو ناممکن تھا آپ نے اپنی طرف سے چند نمائندے بھیجے جن میں خصوصیت سے حضرت مولانا شیخ المنذ محمد الحسن صاحب حضرت مولانا فخر الحسن صاحب اور مولانا حافظ عبدالاحد صاحب قابل ذکر ہیں، یہ حضرات پایادہ جمعرات کے دن مغرب سے پہلے روانہ ہوئے اور شام کی نماز دیوبند کے باغوں میں پڑھی گئی علی الصبح رُڑکی پہنچے جہاں کہ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد مقامی باشندوں کے ہمراہ پنڈت جی کی کوٹھی پر پہنچے اور بحثِ مباحثہ کی دعوت دی، مگر پنڈت جی اُسی پرانی ضد پر مصر تھے کہ مولانا محمد قاسم صاحب آئین تو مباحثہ کروں گا اور کسی سے مباحثہ ہرگز نہ کروں گا جب وہ کسی صورت مباحثہ کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو یہ حضرات واپس ہو گئے اور اہل رُڑکی نے باوجود حضرت نانوتویؒ کی علالت کے محض اتمامِ محبت کے لیے وہاں پہنچنے کی استدعا کی تو مولانا باوجود علالتِ صنعت اور کمزوری کے جس طرح بھی ہو سکا رُڑکی تشریف لے گئے۔

رُڑکی میں اجتماع

حضرت مولانا مع اپنے تلامذہ اور احباب کے شہر میں مقیم تھے اور سرسوتی صاحبؒ کی چھاؤنی میں براجمان تھے، بحث و مباحثہ کے لیے ابتدائی مراحل طے کرنے کے لیے خط و کتابت ہوتی رہی مگر سرسوتی صاحب اور ان کے مقلدین اس سے بھی گھبرا گئے اور یہ بہانا کیا کہ۔

”ہمارے سگے کام بند ہو گئے، آج سے ہمارے پاس کوئی اور تحریر نہ آئے ہم ہرگز

جواب نہ دیں گے“ (مقدمہ انتصار الاسلام ص ۵)

دو سکر روز حضرت مولانا مع مولوی احسان اللہ صاحب میرٹھی اور اپنے چند رفقاء کے چھوٹی چلے گئے، اور کرنل صاحب کی کوٹھی پر انتظام کیا گیا، پکتان صاحب اور کرنل صاحب نے مولانا کی بڑی آؤ بھگت کی اور ان سے مختلف مضامین پر تبادلوہ خیال کیا اور دو تھین بیٹے ہے، اور پنڈت سرسوتی کو دو ہاں بلا کر کرنل صاحب نے کہا کہ تم مولوی صاحب سے کیوں گفتگو نہیں کر لیتے۔ مجمع عام میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ پنڈت جی نے کہا کہ مجمع عام میں فساد کا اندیشہ ہے (جب پنڈت جی سر بازار اسلام کے خلاف اعتراضات کرتے تھے۔ اور خوب لوگوں کو سناٹا کر کرتے تھے، اس وقت تو کوئی خطرہ اور اندیشہ نہ تھا مگر اب اندیشہ پیدا ہو گیا؟ صفدر پکتان صاحب نے کہا اچھا ہماری کوٹھی پر گفتگو ہو جائے ہم فساد کا بندوبست کر لیں گے، پنڈت جی نے کہا کہ ہم تو اپنی ہی کوٹھی پر گفتگو کریں گے اور پھر بھی اگر مجمع عام نہ ہو، جناب مولانا نے پنڈت جی سے کہا کہ لیجئے اب تو مجمع عام نہیں، دس بارہ ہی آدمی ہیں، اب سہی، آپ اعتراض کیجئے ہم جواب دیتے ہیں، پنڈت جی نے کہا کہ میں تو گفتگو کے ارادہ سے نہیں آیا تھا (تو مولوی کا سم کو لاکارتے کا ہے کو تھے اور ان کے ساتھ ہی گفتگو کرنے پر کیوں مقرر تھے؟ صفدر) مولانا نے فرمایا کہ اب ارادہ کر لیجئے، ہم آپ کے مذہب پر اعتراض کرتے ہیں آپ جواب دیجئے یا آپ اعتراض ہم پر کیجئے اور ہم سے جواب لیجئے، پنڈت جی نے ایک نہ مانی، شرائط کے باب

میں گفتگو رہی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، مجلس درخواست ہوئی جناب مولانا بھی اپنی فرد گاہ پر تشریف لائے اور کئی روز تک شرائط میں رد و بدل رہی، آخر الام مولانا نے یہ کہلا بھیجا کہ پنڈت جی کسی جگہ مباحثہ کر لیں، برسرِ بازار کر لیں، عوام میں کر لیں خواص میں کر لیں، تنہائی میں کر لیں مگر کر لیں، پنڈت جی اپنی (رہائشی) کوٹھی پر مباحثہ کرنے کو راضی ہوئے اور وہ بھی اس شرط پر کہ دو تلو سے زیادہ آدمی نہ ہوں، مولانا مرحوم پنڈت جی کی کوٹھی پر جانے کو تیار تھے مگر سرکار کی طرف سے ممانعت ہو گئی کہ چھاونی کی حد میں کوئی شخص گفتگو کرنے نہ پائے، شہر میں جنگل میں کہیں بھی جی چاہے گفتگو کرے، مولانا نے پنڈت جی کو لکھا کہ نہر کے کنارے پر یا عید گاہ کے میدان میں یا اور کہیں مباحثہ کر لیجئے، مگر پنڈت جی کو بہانہ ہاتھ آگیا، انہوں نے ایک نہ سنی یہی کہا کہ میری کوٹھی پر چلے آؤ، چونکہ سرکار کی طرف سے ممانعت ہو گئی تھی (بلکہ پنڈت جی اور ان کے حواریوں نے ممانعت کر دادی تھی) مضمحل اس لئے جناب مولانا کوٹھی پر نہ جاسکے اور پنڈت جی کوٹھی سے باہر نہ نکلے۔ (مقدمہ انتصار الاسلام ص ۷۷) حضرت شیخ الہند مولانا محمد الحسن صاحب اور مولانا حافظ عبد العزیز صاحب نے کئی روز برسرِ بازار پنڈت جی کے اعتراضات کے جوابات دیے اور پنڈت جی کے مذہب پر اعتراضات کئے اور پنڈت جی اور ان کے حواریوں کو غیرت دلائی کہ جواب دو۔ مگر پنڈت جی اور ان کے شاگردوں اور معتقدوں کے کانوں پر جوں بھی نہ رینے لگے اور ان کو کوئی ایسا سانپ سونگھ گیا کہ وہ ہٹنے ہی سے ہے، آخر مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ اچھا پنڈت جی مع اپنے شاگردوں اور معتقدوں کے میرا وعظ ہی سن لیں، مگر پنڈت جی وعظ میں تو کیا

آتے رڑکی سے بھی چل دیے اور ایسے گئے کہ پتہ بھی نہ چلا کہ کدھر گئے، آخر ش مولانا نے بغیر  
 نفیس برسر بازار تین روز تک وعظ فرمایا سلطان، ہندو، عیسائی اور سب چھوٹے بڑے انگریز  
 جو رڑکی میں تھے، ان و غلوں میں شامل تھے، ہر قسم کے لوگوں کا ہجوم تھا، مولانا نے وہ وہ  
 دلائل مذہب اسلام کے حق ہونے پر بیان فرمائے کہ سب حیران تھے، اہل عیساریہ عالم  
 سکتے کا ساتھ، ہر شخص متاثر معلوم ہونا تھا، پنڈت جی کے اعتراضوں کے وہ وہ جواب  
 و مذاں شکن دیے کہ مخالفت بھی مان گئے۔ (مقدمہ انتصار الاسلام ص ۷)

پنڈت سرسوتی صاحب نے بزم خود اصولی طور پر اسلام پر گیارہ اعتراضات کئے ہیں  
 جن میں سے دس کے جوابات حجت الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ نے انتصار الاسلام  
 میں اور گیارہ صویریں اعتراض کا مہمل اور مفصل جواب قبلہ نمائیں دیے ہیں۔ دونوں کتابیں  
 اہل علم حضرات کے لیے غنیمت بار وہ ہیں۔

رڑکی کے بعد میرٹھ

جب پنڈت سرسوتی صاحب رڑکی سے بھاگ گئے تو پھرتے پھرتے میرٹھ پہنچے  
 اور وہاں بھی مذہب اسلام پر بے سرو پا اعتراضات شروع کر دیئے حضرت حجت الاسلام  
 مولانا نانوتویؒ اگرچہ مرض اور ضعف میں مبتلا تھے، پھر بھی رضائے الہی حاصل کرنے  
 اور مذہب اسلام سے مدافعت کرنے کے لیے آپ بائیں ضعف و بیماری میرٹھ پہنچے، چنانچہ  
 پنڈت جی وہاں سے بھی کافر ہو گئے، اور خود پنڈت جی تو وہاں سے بھی چل دیے البتہ  
 ان کے حواری لالہ اندلال نے مذہب اسلام کے خلاف ایک مضمون لکھا جس کا جواب

حضرت نالوتومیؒ نے اپنی کتاب ”جواب ترکی بہ ترکی“ میں دیا ہے، چنانچہ اسی کتاب ”جواب ترکی بہ ترکی“ میں لکھا کہ ”پہر پندت دیانند کہیں پھر پھر اگر میر ٹھٹھ پنچے اور وہاں بھی ان کے وہی دعوے تھے، اور نیز اسی میں تصریح ہے کہ ”ہر چند مرض کے بقیہ اور ضعف مجبیب قوت نہ تھی، مگر ہمت کر کے (میر ٹھٹھ) پنچے؟ اور پھر لکھا ہے کہ ”مولوی قاسم صاحبؒ نے پندت جی کو میر ٹھٹھ سے بھگا کر کہیں کا کہیں پہنچایا“ (ص ۳۹) اور وہ (پندت جی) بہانہ کہہ کے وہاں سے کافر ہو گیا؟ اس سب واقعہ کی تفصیل سوانح قاسمی (جلد دوم ص ۵۳، ۵۴) مصنفہ مولانا گیلانیؒ) میں مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پندت جی کچھ ایسے حواس باختہ ہو گئے کہ ان کو نہ توفرار کے بغیر کوئی اور راہ نظر آتی ہے اور نہ سر پھپانے کے لیے کوئی اوٹ ہے۔

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے دباں دوش

مہر میں لے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

ان حضرات کی یہ اسلامی خدمات صرف ہندوستان ہی میں مشہور نہیں بلکہ مرکز ایمان مکہ مکرمہ وغیرہ میں بھی معروف ہیں، چنانچہ مکہ مکرمہ کے ایک رسالہ میں نقل کیا گیا ہے کہ :-

”اور حقیقت یہ ہے کہ اُمّیوں کے دیانند سُر سوتی کے مقابلہ کے لیے خاص

طور پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نالوتومیؒ کا ظہور تائیدِ غیبی ہی کا نشان ہے

اور پھر جس طرح عقائدِ حقہ کی اشاعت اور ردِ بدعات کا اہم کام مولانا محمد قاسم

صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور اس جماعت کے دیگر مقدس  
افراد کے ذریعہ انجام پایا، اس کے آثار باقیہ اب بھی ہماری نگاہوں کے سامنے  
ہیں۔ (ملاحظہ ہو ایک مجاہد معاصرک شائع کردہ مرکزی دارالعلوم صوفیہ کوئٹہ)  
اور مورخ اسلام حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) نے "حیات شبلی" کے دیباچہ  
میں ان اکابر کی علمی اور اصلاحی خدمات کا عمدہ تذکرہ کیا ہے۔  
کچھ اپنوں کے بارے میں

یہ جو کچھ بھی عرض کیا گیا ہے کہ جابر برطانیہ پادریوں اور آریوں کے فتنے اسلام کے خلاف  
جو کچھ کرتے ہے وہ تو انہوں نے کیا ہی مگر صد افسوس ہے کہ پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کے لگائے اور خون اور پسینہ سے سینچے ہوئے باغ کو ویران کرنے کی کوشش میں صرف  
دشمن ہی نہیں بلکہ محبت نما دوست بھی مصروف تھے، معصیت اور بے مالت کی گھنٹھو  
گھٹائیں اُمنڈ اُمنڈ کر ہندوستان پر محیط ہو گئی تھیں، بھولے بھلے مسلمان ہندوؤں  
کی روش اور ان کے رسم و رواج کے کچھ ایسے غلام اور دلدادہ بن چکے تھے کہ بھلے سنت  
نبویؐ (علیٰ صاحبہا الف الف تیختہ) اپنی رسوم و رواجوں میں ان کو جس کر دھڑ کوئی  
لٹا تا وہ لیتے اور جس پہلو ان کو کوئی بٹھا تا وہ بیٹھتے، دین سے غفلت اور بے خبری اکثر  
مسلمانوں کے دلوں پر اس طرح چھائی ہوئی تھی جس طرح موسمِ برسات میں سیاہ لود گھنے  
بادل آفتاب کو ڈھانپ لیتے اور دن کو رات بنا دیتے ہیں، غریب دلوں کی کیا کچھ ایسے  
رنگ میں لپٹی ہوئی تھی کہ بربادی کا نام شادی، جہل کا نام علم، مشرکانہ رسوم کا نام دین



اور خرافات و مشعبہ بازی کا نام کشف و کرامت تجویز کر رکھا تھا، ضلالت اور گمراہی کا طوفان ہدایت اور رشد کی مضبوط دیواروں سے ٹکراتا اور شور مچاتا ہوا چلا جاتا تھا، علم شریعت کی تحفہ اور سنت نبویہ کی تذلیل و توہین بڑھتی جاتی تھی، عوام علماء حق سے اپنے آپ کو مستغنی اور بے نیاز سمجھتے تھے، محدثات اور بدعات کو جزو اسلام بنالیا گیا تھا، کہیں پنچریت سر اٹھاتی تھی تو کہیں اہل بدعت بدعات میں منہمک تھے، کہیں رفض و تشیع کا غلبہ تھا تو کہیں عدم تقلید جنم لے رہی تھی، کہیں دُصول و سارنگی کھڑکتی اور قوالیاں ہوتی تھیں تو کہیں بازاری غورتوں کے گانے پر وجد و حال کی محفلیں گرم دکھائی دیتی تھیں، کہیں گور پرستی کا تعزیر پرستی کا عروج تھا، تو کہیں حُب جاہ و مال اور طمع نفسانی کی اُمنگیں پورے جوہن پر تھیں، اس وقت ایسے حالات کو دیکھ کر اہل دل حضرات پر کیا گزری ہوگی۔  
پوچھنا ہی کیا؟

بیمارِ غم کا حال خود آنکھوں سے دیکھ لو

کیا پوچھتے ہو دل پہ جو گزری گزری!

تاریخِ قیام دارالعلوم دیوبند

یہ تھے وہ مختصرے دل گذر اسبابِ علل جن کی وجہ حجت الاسلام حضرت نانوتویؒ اور آپ کے رفقاء نے فرماست ایمانی اور دیدہ بصیرت سے اندازہ کر لیا کہ اگر ان نازک حالات میں مذہبی اور دینی طور پر مسلمانوں کی حفاظت و تربیت کا کوئی معقول اور خاطر خواہ انتظام نہ کیا گیا اور قرآن و حدیث، فقہ و تاریخ اسلامی اور سلف صالحین کے اعلیٰ

کارناموں اور اقدار سے ان کو باخبر نہ رکھا گیا تو سخت خطرہ ہے کہ (العیاذ باللہ) ممکن  
 کیسے نصرانیت اور دیگر فتنوں کے دام ہمرنگ زمین ہی میں نہ الجھ جائیں جس جال کو  
 پھسلنے میں شاطرانِ افرگ اور پندتوں اور دیگر باطل پرستوں کے عزائم و ماسعی کوئی راز  
 پنہاں نہ تھے مسلمانوں کی اجتماعی شیرازہ بندی کو پرگندہ کرنے اور آئندہ ان کو دینی ماحول  
 اور دینی علوم و فنون سے بے بہرہ دیکھنے کی جو کوشش و کاوش اس ملک میں ہو رہی تھی،  
 ان تمام پریشانیوں کو سوچنے اور سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ اور آپ کے  
 رفقاء کار کو نتیجہ رس و ماغ اور سیلاب کی طرح بے قرار دل مرحمت فرمایا تھا، جو مستقبلِ عبید  
 کو اپنے تدبیر و فکر کے آئینہ میں سال کی طرح دیکھ رہے تھے اور متلاشیانِ حق کے ایک ایک  
 فرد کو زبانِ حال سے پکار پکار کر یہ کہہ رہے تھے کہ

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں  
 آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء بروز جمعرات داسی دن ہفتہ بھر کے نیک اعمال  
 اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوتے ہیں، تاریخ کا وہ مبارک دن تھا جس میں پیغمبرِ خدا صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی امانت کا چہشمہ علم سرزمینِ دیوبند سے پھوٹا اور رشد و ہدایت کا  
 پودا شجرہ طوبیٰ بن کر پھیلا جس کے لذیذ پھل سے دنیائے اسلام کی علمی جھوک ختم ہوئی،  
 اور جس کی سرسبز و شاداب شاخوں کے سیدھے تنے جہالت اور غفلت کی بادِ موم میں جھلنے  
 والوں کو چین اور اطمینان نصیب ہوا اور اس صاف اور شفاف چہشمہ سے نہریں اور

ندیاں پھوٹ پھوٹ کر نکلیں اور شیا بھر کے مرۂ دلوں کو زندہ اور اجڑے ہوئے قلوب کو لہلہاتا ہوا جگمگ بنا دیا۔

اس مبارک تقریب میں بہت سے باخدا بزرگ جمع ہوئے اور دارالعلوم دیوبند کی موجودہ عالیشان عمارت کے متصل جنوب کی طرف مسجد چھتہ میں انارک کے درخت کی پٹنیوں کے سایہ میں اس مدرسہ کا افتتاح ہوا اور سب سے پہلے معلم حضرت ملا محمود صاحب اور سب سے پہلے معلم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی قرار پائے۔

اس مبارک مدرسہ کے آغاز کی خبر جب بتانے والوں نے مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو بتائی اور یہ کہ کیا حضرت ہم نے دیوبند میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے، اس کے لیے دعا فرمائی جائے (کیونکہ مدرسہ کے بغیر احیاء دین کی اس وقت اور کوئی صورت نظر نہیں آتی) تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا۔

سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے، یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقات سحر میں سر بسجود ہو کر گواہ گواہی دیتی رہیں کہ خداوند ہندوستان میں بقاء اسلام اور تحفظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کرے یہ مدرسہ ان ہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے!

(علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول ص ۱۷۱ و سوانح قاسمی جلد ۲ ص ۲۲۳)  
از مولانا مناظر احسن گیلانی

بلاشبہ دارالعلوم دیوبند ہندوستان میں تحفظ اور بقائے اسلام کا ذریعہ ہے اور

اس کی وجہ سے ہزاروں پیاسوں کو سیرابی نصیب ہوئی ہے۔ آہ نہ  
 پینے میں آگیا کہاں پیٹی ہیں اڑکے مستیاں  
 اتنی ہے تندے یہاں مست ہوں اور پی نہیں

### عشق محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر چند واقعات

حضرت نانو توئیؒ اور آپ کے رفقاء کا راور عقیدہ مندوں کو جس درجہ اور جس قدر والہانہ عشق و  
 محبت اور اخلاص و عقیدت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے ،  
 اس کا انکار بغیر کسی متعصب اور سوائے کسی متعنت کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ رومانی افانوں  
 میں مجنوں بنی عام کے عشق و محبت کے بڑے بڑے افسانے زبان زدِ خلایق ہیں لیکن  
 اگر مجنوں سب کو چمپیلی پر فدا تھا تو حضرت نانو توئیؒ اور اُن کے رفقاء کے کارِ مدینہ طیبہ  
 کی مبارک لگیوں کے ذرات پر قربان و نثار تھے۔ اگر مجنوں پیلے کے عشق میں مجبور و مقبور  
 تھا تو یہ حضرات عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے چین و بے قرار تھے، اگر مجنوں پیلے  
 کی اداؤں پر پھنسون تھا تو یہ حضرات اپنے آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری  
 سنتوں کے شیدائی تھے، اگر مجنوں پیلے کے انس و الفت کے دام میں گرفتار تھا تو یہ  
 حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق و علاقہ پر نثار تھے، اور آپ کے لگاؤ اور  
 آپ کی پسند کو جان و غریزے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے تھے، کیونکہ وہ یہ جانتے اور دل سے  
 مانتے تھے کہ دینی اور دنیوی تمام لذتوں کا سرچشمہ ہی اُس برگزیدہ مستی کے ساتھ برکت  
 اور عقیدت ہے جن کے ارشاد فرمودہ ایک جملہ کے مقابلہ میں دنیا بھر کے عمل و گہر

اور ہفت اقصیٰ کی دولت اور خزانے قطعاً کوئی وقعت و حیثیت نہیں رکھتے اور جن کے پہلے اقوال و افعال اور اسوہ حسنہ کے مقابلہ میں کوئی لذیذ اور خوش آئند سے خوش آئند چیز بھی ایک رتی بھر کا وزن نہیں رکھتی، جن کا اسم گرامی دنیا کی تمام شیرینیوں اور شہوتوں سے میٹھا اور جن کی ایک انی سنت بھی جواہرات سے مرصع تاج شاہی سے بھی زیادہ مرغوب و پسندیدہ ہے کیا ہی خوش قسمت ہے وہ قوم جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا افضل المخلوقات نبی اور آپ کی شریعت جیسی بیش بہا شریعت مل گئی جس کے بعد کسی اور کمال اور خوبی کی سسرے کوئی حاجت ہی باقی نہیں رہتی۔ کیا خوب کہا گیا ہے کہ ۷

شراب خوشگوارم بہت دیار مہرماں ساقی

نثار و بیچ کس یا سے چپیں یا سے کہ من دارم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا نازقویؒ کے عشق نبوی (علی صاحبہ الف الف تحیتہ وسلم) کے واقعات قوی اور فعلی تو بہت کچھ ہیں جن کے بیان کرنے کے لیے دفتر درکار ہیں ہم صرف چند واقعات بطور نمونہ باحوالہ عرض کئے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ہندوستان میں بعض حضرات کیفیت (سبز رنگ) کا جوٹا بڑے شوق سے پہنتے تھے اور اب بھی پہنتے ہیں، لیکن حضرت نازقویؒ نے ایسا جوٹا مدت العمر کبھی نہیں پہنا اور اگر کوئی تحفہً لا دیتا، تو اس کے پہننے سے اجتناب و گریز کرتے اور اگے کسی کو ہدیہ دے دیتے، اور سبز رنگ کا جوٹا پہننے سے محض اس لیے گریز کرتے کہ سرد و دھماں

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء کا رنگ سبز ہے پھر بجلیا لے رنگ کے جوتے پاؤں پر کیے اور کیونکر استعمال کئے جاسکتے ہیں؟ چنانچہ شیخ العرب والجم حضرت اسافنا المحکم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی (المتوفی ۱۳۶۴ھ) حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

”تمام عمر کینخت کا جو نام اس وجہ کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے نہ پہنا، اگر کوئی یہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیا (الشباب الثاقب)“

انذار دیکھئے اس نظر بصیرت اور فریفتگی کا کہ گنبد خضراء کے ظاہری رنگ کے ساتھ بھی کس قدر عقیدت والفت ہے جس کے اندر عظیم المرتبت مکیں آرام فرما ہیں جن کا نظیر جن کی مثال اور جن کا ثانی خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق میں نہ آج تک وجود میں آیا اور نہ تاقیامت آسکتا ہے، علامہ اقبال مرحوم نے شاید اسی کی ترجمانی کی ہے :-

روح مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب الیاد و سر آئینہ

نہ ہماری بزم خیال میں نہ دوکان آئینہ سازیں

۲۔ حضرت نانوتویؒ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ سے کئی میل دور

ہی سے پا برہنہ چلتے تھے، آپ کے دل اور ضمیر نے یہ اجازت نہ دی کہ دیار حبیبؐ میں جو تاپس کر چلیں حالانکہ وہاں سخت ٹوکیے سنگریزے اور چھینے والے پتھروں کی بھرمار ہے، چنانچہ حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانیؒ جناب مولانا حکیم منصور علیخان صاحب حیدر آبادیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں جو اس سفر حج میں حجۃ الاسلام کے

زینق سفر تھے کہ۔

”مولانا مرحوم مدینہ منورہ تک کئی میل آخر شب تاریک میں اسی طرح چل کر پابہرہ پہنچ گئے“ (سوانح قاضی جلد ۲ ص ۱۷۱)

اور نیز حکیم موصوف کے حوالہ ہی سے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

جب منزل بمنزل مدینہ شریف کے قریب ہمارا قافلہ پہنچا، جمالِ مدینہ پاک، صاحبِ لولاک نظر آتا تھا، فوراً جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے اپنے نعلین اتار کر بغل میں دبائیں اور پابہرہ چلنا شروع کیا (ایضاً ص ۱۷۱)

ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت نافوتویؒ کو مدینہ طیبہ اور گنبدِ خضرا کے ساتھ کس قدر عقیدت اور کیسی فریفتگی تھی، اور دیکھیے کہ جن تادب کا کیا ہی بہترین طریقہ اختیار فرما کر اپنی فرط محبت کا اظہار فرمایا اور یہ ساری عقیدت و محبت اہم الانبیاء خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہے ورنہ اس سنگلاخِ رقبہ اور پتھر ملی زمین کی فی نفسہ کیا قدر ہے، جو کچھ بھی ہے اور جتنی کچھ بھی ہے وہ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت ہے اور آپ ہی کے واسطے سے ہے اور یہی ہی موقع کے لیے کسی گشتہ عشق نے یہ کہا ہے کہ۔

وما حُبَّ الدِّيارِ شغفن قلی

ولکن حب من نزل التیار

میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک

کا وہ حصہ جو آپ کے جسد اطہر سے لگتا ہے عرش سے بھی زیادہ مرتبہ اور فوقیت رکھتا ہے۔  
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو وفار الوئی جلد ۱۹، سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۲ اور روح المعانی ج ۱  
ص ۲۲ وغیرہ) اور اس کی وجہ بھی صرف اور صرف یہ ہے کہ یہ

عرش پر گر فرشتہ جاری ہے تو ہے اُس خاک سے  
جس میں مجو خواب ہے کون و مکان کا تاجدار

۲۔ انگریز کے خلاف جماد ۱۸۵۷ء میں دیگر اکابر کی طرح حجتہ الاسلام حضرت مولانا نانوئی  
بھی بغض نفیس خود شامی وغیرہ میں شامل تھے، اہل تکرار الرشید کے حوالہ سے گزر چکا ہے  
کہ جب ظلم انگریز کی طرف سے حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا محمد قاسم  
صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور  
گرفتار کنندہ کے لیے صلہ تجویز ہو چکا تو اس کے لیے لوگ تلاش میں سامعی اور صابست کی پگڑی  
میں پھرتے رہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوئیؒ کو کمال شجاعت، استقلال اور ہمت  
قلب عطا فرمائی تھی، اس لیے وہ ہر قسم کے نتیجہ سے بے نیاز ہو کر کھلے بندوں پھرتے  
تھے، مگر اعزۃ اور اقداب اور ہمدونوں کی طرف سے جب شدید اور مبلغ اصرار ہوا کہ حضرت  
وقت کی نزاکت کے پیش نظر ضرور ردپوش ہو جائیں تو ان کے اصرار کی وجہ سے تین  
دن ردپوش رہے، اور دکھایا کہ ۔

”تین دن پوسے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے اور کھلے بندوں پھرنے چلے  
گئے، لوگوں نے پھر ہمت ردپوشی کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ تین دن سے زیادہ



روپوش ہونا سنت سے ثابت نہیں کیوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت غار ثور میں تین ہی دن روپوش رہے ہیں ؟ (سوانح قاضی ج ۲)  
 ۱۶۳، ۱۶۴۔ از مولانا گیلانی

واضح ہے اس جذبہ اتباع سنت کی کہ ظالم انگریز ان دنوں اہل ہند کے خلاف عموماً اور مسلمانوں کے خلاف خصوصاً سفاکانہ اور قاتلانہ حربے استعمال کر رہا تھا اور نہایت بے دردی کے ساتھ مظلوموں کے ناحق خون سے ہولی کھیلتا تھا، وہ کون سی حیا سوز اور دل آزار حرکت تھی جو اس ظالم نے مجاہدوں کے خلاف روانہ رکھی تھی اور وہ کونسی غیر انسانی کاروائی تھی جو اُس نے چھوڑ دی تھی؟ اُس وقت انگریز کا ظلم و جور اور تعدی و ستم اپنے نقطہ شروع پر تھا لیکن حجۃ الاسلام اپنی حیات سے بے نیاز ہو کر اس موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اضطراری کو ترک کرنے پر باوجود شدید اصرار کے آمادہ نہ ہوئے اور تین دن کے بعد فوراً باہر نکل آئے اور کھلے بندوں پھرنے لگے اور اس روپوشی کی حالت میں بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عشق و محبت کا تعلق اور رابطہ مستحکم ہی رکھا اور اس نازک حالت میں بھی سنت پر نگاہ جمی رہی۔  
 تھا اسیری میں بھی کچھ ایسا تعلق روح کو

ہم قفس میں روز خواب آسٹیاں دیکھا کیے

۴۔ حضرت حجۃ الاسلام نے نظم اور نثر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو مدح اور تعریف بیان کی ہے اور جس خلوص و عقیدت سے اس کا اظہار کیا ہے، اُن کی

کتابوں کو پڑھنے اور دیکھنے والا بجز کسی متعصب کے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تمام کتابوں کی عبارتیں جو نظم و نثر میں اپنے سرور و جہان صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف و تعریف میں بیان فرمائی ہیں، نقل اور پیش کرنا تو کائے وارد صرف بطور نمونہ ہم قصائد قاسمی کے پہلے قصیدہ سے (جو ایک سو اکیاون اشعار پر حاوی ہے) صرف چند اشعار بلا رعایت ترتیب پیش کرتے ہیں، قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

فلک پر عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سی      زمیں پر جلوہ نما ہیں محمد مختار  
فلک پر سب سی، پر ہے انسانی احمد      زمیں پر کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار

تو فخر کون و کمال زبدا نہیں و زماں      امیر لشکر پیغمبر اں شہ ابرار  
خدا تیرا تو خدا کا حبیب اور محبوب      خدا ہے آپ کا عاشق تم اُسکے عاشق ناز  
تو بوسے گل ہے اگر مثل گل ہیں ادنیٰ      تو نور شمس اگر اور انبیاء میں شمس نہار

جہاں کے سائے کمال ایک تجھ میں ہیں      تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار  
گرفت ہو تو ترے ایک بندہ ہو نہیں      جو ہو سکے تو خدائی کا ایک تری انکار  
بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال      بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار  
کمال بلندی طہ اور کمال تری معراج      کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان ہموار  
جمال کو ترے کب پہنچے حسنِ یوسف کا      وہ دلربائے زلیخا تو شاہد ستار

رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت      بنانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جزا  
سوا خدا کے بھلا تجھ کو کوئی کیا جانے      ترشمنس نور ہے شہرِ نخط اولوالابصار

کفیلِ جرم اگر آپ کی شفاعت ہو      تو قاتمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار  
ترے بھر دسہ پہ رکھتا ہے غرہ طاعت      گناہ قاسمِ بگشتہ بخت بد اطوار  
گناہ کیا ہے اگر کچھ گناہ کئے میں نے      تجھے شفیع کئے کون گز نہ ہوں بدکار  
تمہارے حرفِ شکایت پہ غصہ ہے عاشق      اگر گناہ کو ہے خوفِ غصہ قتار  
یہ سن کے آپ شفیع گناہگار ہیں      کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

مرد کو لے کر ہم احمدی کو تیرے سوا      نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی عالمی کار  
دیہ ہے حق نے تجھے سب مرتبہ عالی      کیا ہے سائے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار  
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا      بنے گا کون ہمارا ترے سوا غم خوار

لے اس مدرسے مافوق الاسباب قسم کی مدد جو خاصہ خداوندی ہے ہرگز مرد نہیں جیسا کہ بعض  
اہل بدعت نے یہ سمجھ رکھا ہے بلکہ اس سے شفاعت کی مدد مرد ہے جو قیامت کے دن ہوگی اور  
اسی قصیدہ کے اس سے پہلے اشعار اس کا واضح قرینہ اور دلیل ہیں جن میں صاف طور پر شفاعت  
کا ذکر کیا گیا ہے ۱۲۱ صفحہ۔

اُمیدیں لاکھوں میں لیکن بڑی ٹیڈ ہے کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار  
 جنوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھریں مریں تو کھائیں مدینہ کے مجھ مریں و مار  
 جو یہ نصیب نہ ہوا وہ کہاں نصیب میسے کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار  
 اڑ کے باد مریِ مشتِ خاک پس ہر گ کرے حضور کے روضہ کے آس پاس  
 دے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاک قاسم کا  
 کہ جائے کوچہِ اطہر میں تیرے بن کے غبار

(قصیدہ قاسمی از مکتبہ ملتقطاً)

تہذیب فرمائیے کہ ایک ایک شعر میں کس طرح حضرت نانو توئیؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 (اور آپؐ ہی کی بدولت مدینہ طیبہ) سے اظہارِ عقیدت کیا ہے اور کس طرح ایک ایک  
 مصرع سے عشقِ نبویؐ ٹپک اور چھپک رہا ہے اور کس شانِ جلالت کا اظہار ان اشعار  
 (بلکہ سارے قصیدہ) میں کیا ہے، ہر باخدا اور منصف مزاج آدمی اس سے صحیح طور پر اندازہ  
 لگا سکتا ہے کہ حضرت نانو توئیؑ کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح  
 انتہائی عقیدت اور بے حد محبت تھی اور کس طرح سوز و گداز کے ساتھ وہ اپنی بے چارگی اور  
 جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم رتبہ کا ترانہ لگاتے ہیں اور آپ کے

نے مولانا حمزہ خاں کو ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مکان کی طرف جلتا ہے تو لیکن مقصود ہوتا ہے اس  
 طرف کو آدابِ نیاز و کمال ہے تو اس آدابِ نیاز کو ہر شخص صاحبِ خانہ کے لیے سمجھتا ہے (قبلہ نما ص ۱)

عشق میں کس بے تابی، بے مبینی، اور بے قراری کا ذکر فرماتے ہیں، اور کس بے حد خوش عقیدگی کے ساتھ مدینہ طیبہ کی گلیوں کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

۵۔ نثر میں حضرت نانوتویؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں جو کچھ فرمایا اس پر ان کی تمام کتابیں شاہدِ عدل ہیں، ہم ان کی تصنیف لطیف قبلہ نمبر کا ایک حوالہ عرصل کرتے ہیں، حضرت موصوف پندت دیانند سرسوتی کو اس اعتراف کا کہ مسلمان بھی (معاذ اللہ) بت پرست ہیں کیونکہ وہ بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں جواب دیتے ہوئے چھٹا جواب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”چھٹے اہل اسلام کے نزدیک ستمی عبادت وہ ہے جو بذاتِ خود موجود ہو اور سوا اس کے سب اپنے وجود و بقا میں اُس کے محتاج ہوں اور سب کے نفع و ضرر کا اس کو اختیار ہو اور اس کا نفع و ضرر کسی سے ممکن نہ ہو، اس کا جمال و جلال ذاتی ہو اور سوا اسکے سب کا کمال و جمال و جلال اس کی عطا ہو مگر موصوف بایں وصف اُن کے نزدیک بشہادت عقل و نقل سوا ایک ذاتِ خداوندی کے اور کوئی نہیں یہاں تک کہ اُن کے نزدیک بعدِ خدا سب ہیں افضل محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ہیں، نہ کوئی آدمی اُن کی برابر نہ کوئی فرشتہ نہ عرش نہ کسی ان کے ہمسر نہ کعبہ ان کا ہم پلہ، مگر بایں ہمہ ان کو بھی ہر طرح خدا تعالیٰ کا محتاج سمجھتے ہیں، ایک ذرہ کے بنانے کا اُن کو اختیار نہیں ایک رقی برابر کسی کے نقصان کی ان کو قدرت نہیں، خالق کائنات خواہ فاعل خواہ افعال اہل اسلام کے

نزدیک خدا ہے وہ نہیں اسی لیے لکھ شہادت میں مارکار ایمان ہے یعنی  
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت اور رسالت  
 کا اقرار کرتے ہیں، اس صورت میں اہل اسلام کی عبادت سوائے خدا اور کسی  
 کے لیے متصور نہیں، اگر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہوتی،  
 مگر جب ان کو بھی عبد ہی مانا معبود نہیں مانا بلکہ انکی افضلیت کی وجہ ان کی  
 کمال عبودیت اور عبدیت کو قرار دیا تو پھر خانہ کعبہ کو ان کا معبود اور سجدہ قرار  
 دینا بجز تہمت و اکم فہمی و جہالت اور کیا ہو سکتا ہے؟ (قبلہ نمائش)

اس سے قبل حضرت نانوتویؒ پانچ جوابات اور بیان فرما چکے ہیں جن میں سے بعض کا  
 مختصر سا خلاصہ یہ ہے کہ۔

”اہل اسلام کعبہ کی طرف منہ تو مڑ کر کرتے ہیں لیکن عبادت کعبہ کی نہیں کرتے اور  
 نہ اس کو مسجودہ سمجھتے ہیں، عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کرتے ہیں،  
 کعبہ تو صرف ایک جہت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار مصلحتوں کے علاوہ  
 ایک اس مصلحت کے لیے متعین فرمایا ہے تاکہ مسلمانوں کا اس یک جہتی کی وجہ  
 سے اتفاق و اتحاد قائم ہے“ (محملہ توضیح)

قبلہ نما کی اس عبارت سے جہاں اللہ تعالیٰ کی خالص توحید اور جناب رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان اور منصب رسالت واضح ہوتا ہے، اس سے ع

ممد و کرائے کرم احمدی کرتے سوا وغیرہ اشعار و عبارات کا مطلب بھی بالکل عیاں و آشکارا ہو جاتا ہے کہ نہ تو حضرت نانوتویؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نافع اور ضار سمجھتے ہیں اور نہ اس اور اودھ سے آپ کو پکارتے اور مدد مانگتے ہیں جیسا کہ بعض اہل بدعت نے سو فہم سے یہ سمجھ رکھا ہے بلکہ محض عشق و محبت کے طوطہ پر یہ نذا اور خطاب ہے، نہ یہ کہ حاضر و ناظر سمجھ کر ان سے استمداد کی گئی ہے، وہ تو حاضر و ناظر سمجھنے کو کفر کہتے اور سمجھتے ہیں چنانچہ وہ فرطتے ہیں کہ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بہت مختصر ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر و ناظر نہ سمجھنا چاہیے، ورنہ اسلام کیا ہو گا کفر ہو گا بلکہ یوں سمجھتے کہ یہ پیغام فرشتے پہنچاتے ہیں والسلام (فیوض قاسمی ص ۷۸)

ج

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے تین مرتبہ حضرت مولانا نانوتویؒ کو حج کرنے کی توفیق اور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گنبدِ خضراء کی زیارت سے متمتع ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے، پہلا حج انہوں نے ۱۲۶۶ھ میں دوسرا ۱۲۸۶ھ میں اور تیسرا ۱۲۹۲ھ میں کیا ہے اور ان اسفار میں جو روحانی لذت انہوں نے محسوس کی وہ صرف اُن کا قلبِ مبارک ہی اور اک کمرِ سکتا تھا دوسرا بھلا اس کو سمجھے تو کیونکر سمجھے اور بیان کرے تو کیسے بیان کرے۔

واعظم ما یكون الشوق یوما اذا انت الخيام من الخيام

## حفظ قرآن کریم

حضرت نانوتویؒ تصحیح کتب اور دینی بحث و مباحثہ اور سرگرمیوں میں ایسے منہمک رہتے تھے کہ ان اہم دینی کاموں سے فراغت کا موقع ہی ہاتھ نہ آتا تھا اور دل میں قرآن کریم کے حفظ کا جو شوق تھا وہ کب چھین لینے دیتا تھا، بالآخر نو سال کے صرف دو رمضان میں قرآن پاک یاد کر لیا اور ایسی روانی کے ساتھ سنتے تھے کہ کوئی کہنہ مشق اور پختہ کار حافظ بھی شاید ایسا نہ سنا سکتا ہو، چنانچہ خود ان کا اپنی بیان (سوانح قاسمی ص ۱۲) از مولانا محمد یعقوب صاحبؒ میں ہے۔

”فقط دو سال رمضان میں میں نے یاد کیا ہے اور جب یاد کیا پاؤں سپاہ کی قدر یا کچھ اس سے زائد یاد کر لیا اور جب سنایا ایسا صاف سنایا جیسے اچھے پُرانے فنکار اور یہ کلام اللہ کی عظمت اور اُس کی طرف پوری توجہ اور محبت کا نتیجہ تھا کہ اس کا ایک ایک حرف سینہ میں نقش ہو گیا۔“

تو کی بھی شیریں تازی بھی شیریں      حرفِ محبت نہ تو کی نہ تازی

## وفاتِ حسرتِ آیات

آہ! وہ وقت بھی آہی پہنچا جس سے کسی مخلوق کو مضر نہیں، لاکھوں تدبیریں کی جائیں پر اس سے چھٹکارا نہیں، ہزاروں انتظامات مہیا کر لئے جائیں لیکن اس سے خلاصی نہیں، سینکڑوں محافظ پاس کھڑے کر لئے جائیں مگر اس سے رہائی نہیں چکوں اور ڈاکٹروں کے علاوہ تعویذوں اور گنڈول اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ کوئی مخلص تلاش



کیا جائے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں، بھلا یہ قضائے مبرم کبھی ٹلی ہے؟ کُلُّ نَفْسٍ ذَا ذِقَّةٍ الْمَوْتِ کا پیالہ ہر ایک کو پینا ہی ہے، اگر رہے گی تو صرف وہ ذات جس کے بغیر خالق و مالک اور کارخانہ جہاں میں کوئی متصرف نہیں، الْبَقَاءُ لِلَّهِ فَحُده۔

بالآخر ۴ جمادی الاولیٰ، ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء بروز جمعرات بعد از نماز  
نظر ہندوستان کا یہ دہشتہ ستارہ انگریز کے خلاف لڑنے والا بھادساپا ہی پادریوں  
کا تعاقب کرنے والا نڈر مناظر، آریوں کے چھکے چھڑانے والا، بے باک ناقد اسلام کے  
خلاف فتنوں کی سرکوبی کے لیے اپنی جان عزیز تک پیش کرنے والا جاں نثار مسلمان  
سخاوت و ایثار کا پیٹلا، قوم و ملت کا ہمدرد، علوم و دینیہ کے احیاء کا علمبردار، حامی  
سنت اور زواجی بدعت حکیمانہ انداز سے حقانیت اسلام کو دلنشیں کرنے والا فیض  
مبلغ اور زاو قلیل پر قناعت کرنے والا بے نفس صوفی موت کی آغوش میں جا پہنچا اور  
ہزاروں دلوں کو زخمی کر گیا اور دیوبندی میں حکیم مشتاق احمد صاحب کے خط ارضی میں  
سب سے پہلی قبر ہی حضرت نانوتویؒ کی بنی اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اس  
بزرگ ہستی پر جس کے لگائے ہوئے مبارک پورے کی وجہ سے ہم روح اسلام سے سرفراز  
ہوئے ہیں، آمین ثم آمین۔ ع ویرحمہ اللہ عبد اُقال آمینا

## الزامات

زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ پر لکے گئے  
بعض سنگین الزامات کا ذکر کر کے ان کے جوابات بھی عرض کر دیں تاکہ سب منصف

مزاج حضرات بخوبی یہ اندازہ فرمائیں کہ مخالفین نے کس طرح تعصب عناد، دجل اور  
 بتیس سے کام لیا ہے، حق پرست تو انشاء اللہ ضرور مطمئن ہو جائیں گے البتہ خود فریب  
 اور متعنت قسم کے لوگ اپنی ضد کو ترک کرنے پر کبھی راضی نہ ہوں گے اور ایسے لوگ حضرت  
 انبیاء کریم علیہم السلام کے ہاتھوں معجزات دیکھ کر اور بالمذاہقہ اللہ کی پاک زبانوں سے  
 کلام سن کر بھی نہیں مانے، ایسے لوگوں کے لیے اس جہان میں سکرے کوئی علاج ہی  
 نہیں ہے اور ایسے لوگوں کو بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ ۔

باش کہ ما طبل قیامت زدنند آن تو نیک آید و یا این ما

ختم نبوت

جس طرح توحید و رسالت اور معاد وغیرہ کے عقائد قطعی و اکبر سے ثابت ہیں اور جن  
 میں فتنہ بھر بھی شک و شبہ نہیں اسی طرح اہم الانبیاء سید و ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت بھی قطعی اور محکم برائین سے ثابت ہے جس کے  
 منکر یا تمول کے کفر و ارتداد میں رتی برابر اشتباہ نہیں، قرآن کریم کی بے شمار آیات  
 اس پر صراحت دلالت کرتی ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔  
 منجملہ ان سے ایک یہ آیت کریمہ بھی ہے کہ ۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِنِّي رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ  
 وَمَا كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی  
 کے باپ نہیں اور لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں  
 اور انہوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ

دوپ ۲۲-۱۱ (۱۱۱) سب چیزوں کو جاننا ہے۔

اس آیت کرمیہ میں پروردگار عالم نے آپ کا اسم گرامی لے کر وضاحت سے یہ بیان فرمادیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اس آیت کرمیہ میں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کا مقام اور منصب بیان فرمایا تو رسول اللہ کے الفاظ سے بیان فرمایا کہ ایک خاص علمی اصطلاح کی رو سے رسول وہ ہوتا ہے جو صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہو۔ چونکہ آپ صاحب کتاب ہیں اور مستقل شریعت لے کر تشریف لائے ہیں اس لیے اس مرتبہ کو تو وَلَیْکِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ سے تعبیر فرمایا اور جب ختم نبوت کا مسند ارشاد فرمایا لَمْ یَخْلَقْ اللّٰہُ مُسْلِمًا (جس کا مطلب اس سابق اصطلاح کے مطابق یہ ہوتا کہ آپ شرعی اور تشریفی نبوت کے خاتم ہیں) بلکہ خاتم النبیین فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ صاحب شریعت نبی تو آپ کے بعد کوئی کیا آتا؟ غیر تشریفی نبوت اور غیر تشریفی نبیوں کے لئے بھی آپ خاتم ہیں اور ہر قسم کی رسالت اور نبوت آپ پر ختم ہو چکی ہے اب ایسی مال ہی دنیا میں پیدا نہیں ہو سکتی جو کسی نبی کو ختم دے، چنانچہ ایک صاف، صریح اور صحیح حدیث میں جو حضرت انس بن مالک (المتوفی ۹۲ھ) سے مروی ہے یوں آیا ہے کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعتم  
ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے نہ تو  
فلا رسول بعدی ولا نبي (الحديث) میرے بعد کوئی شریعت والا نبی آ سکتا ہے

(ترمذی ۲۵۸۰ وقال صحیح) اور نہ غیر تشریحی نبی۔

غور فرمائیے کہ کس طرح واشکاف الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت اور نبوت کے انقطاع کا حکم ارشاد فرمایا اور یہ تصریح فرمادی کہ میرے بعد نہ تو کوئی تشریحی نبی آسکتا ہے اور نہ غیر تشریحی، یہی وجہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ کا اس پر کُلّی اتفاق اور اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا سرسبز کھڑے چنانچہ حضرت ملا علی القاری الحنفیؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) جو گیارہویں صدی کے مجددِ دہلی ہیں شمار ہوتے ہیں، ارقام فرماتے ہیں کہ:-

ودعوى النبوة بعد نبينا صلى الله عليه وسلم كفر بالاجماع  
تعالى عليه وسلم كفر بالاجماع نبوت كادعوى كذبا بالاجماع كفرة  
(شرح فقہ اکبر ص ۲ طبع کاپنور)

اور ختمِ نبوت کا مسئلہ اتنا واضح اور مبہن ہے کہ امام صدر الاممہ موفی بن احمد المکی الحنفیؒ (المتوفی ۵۶۸ھ) نقل کرتے ہیں کہ:-

تنبأ رجل في زمن أبي حنيفة  
الله تعالى وقال امهلوني حتى اجيئ  
بالعلامات فقال ابو حنيفة رحمه  
الله تعالى من طلب منه علامة  
فقد كفر لقول النبي صلى الله  
ام ابو حنيفة کے زمانہ میں ایک شخص نے  
نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے یہ کہا کہ مجھے  
مہلت دو تاکہ میں تمہیں نشانیاں بتلاؤں  
اس پر حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ جس نے  
اس سے کوئی علامت طلب کی تو کافر ہو

علیہ وسلم لابی بعدی۔ جائے گائیو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

(منافہ موفق ج ۱ ص ۱۶۱ طبع حیدرآباد دکن) فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

رأس التقیاء سید الفقہاء اور سراج الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ (المتوفی ۱۵۰ھ) کا یہ فتویٰ بھی

قدر واضح ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لابی بعدی

اس لیے کسی مدعی نبوت سے کوئی علامت اور نشانی طلب کرنا بھی کفر ہے، کیونکہ آپ کے

بعد جب کسی کو نبوت ملنے کا امکان ہی نہیں تو پھر علامت اور نشانی کے طلب کرنے کا کیا

معنی؟ ہمیں اس مقام پر ختم نبوت کے اثبات اور اس کے دلائل سے بحث نہیں

ہماری بیشتر اکابر نے عربی، فارسی اور اردو وغیرہ میں ختم نبوت کے مسئلہ پر علمی اور ٹھوس

دلائل پیش کر کے بڑی بڑی ضخیم کتابیں اور عمدہ مضامین لکھے ہیں اور بلا خوف تردد

کہا جاسکتا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت پر جو دلائل ہمارے اکابر نے جمع کئے اور تحفظ ختم نبوت

کا جو عملی ثبوت دیا ہے، صدیوں سے کسی فرقہ نے اس کا ثبوت نہیں دیا۔ راقم الحروف

بھی اس مسئلہ پر ایک خاص انداز سے کچھ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق

مرحمت فرمائے، بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ ایک اجماعی اور

قطعی مسئلہ ہے جس کے اثبات کے لیے دلائل و براہین کے انبار موجود ہیں اور اُمت مسلمہ

میں اس کا کوئی منکر نہیں ہوا۔ باقی رہا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول تو

وہ بھی متواتر احادیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اس کا منکر بھی ویسا ہی کافر

ہے جیسا کہ ختم نبوت کا منکر کافر ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور آمد

سے مسئلہ ختم نبوت پر قطعاً کوئی زد نہیں پڑتی، راقم الحروف اس کو اپنی کتاب  
ذوالبیحہ میں با دلائل عرض کرے گا اللہ العزیز۔

### پہلا الزام

#### ختم نبوت اور حضرت نالوتویؑ

ہم نے عربی، فارسی اور اردو میں بہت سی کتابیں مسئلہ ختم نبوت پر پڑھی ہیں لیکن  
بلاخوف نزدیک کہہ سکتے ہیں کہ جس نزلے، الذکھے اور مٹھوس عقلی انداز میں جو خامہ فرسائی  
حضرت نالوتویؑ نے اس مسئلہ پر کی ہے ہم نے اور کہیں نہیں پڑھی لیکن چونکہ حضرت  
کا انداز تحریر بیان خالص مجتہدانہ اور عالمانہ ہے اس لیے بعض کو تاہ فہم یا خود غرض  
لوگوں نے حضرت کی بعض عبارات کا مطلب کچھ سے کچھ بنا ڈالا ہے۔ ایک طرف  
تومولوی احمد رضا خان صاحب (المتوفی ۱۳۴۰ھ) اور ان کے پیروکار ہیں جو اس ضد  
پر مقرر ہیں کہ حضرت نالوتویؑ (معاذ اللہ) ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں لہذا وہ کافر ہیں  
اور ان کو کافر نہ سمجھنے والا بھی کافر ہے بلکہ جو انکے کھڑے میں شک بھی کرے وہ بھی کافر  
ہے (العیاذ باللہ) اور دوسری طرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (المتوفی ۱۹۰۸ء)  
اور ان کے اتباع و اذناب ہیں جو حضرت نالوتویؑ کی بعض عبارات سے اجراء نبوت پر  
استدلال کرتے ہیں اور جھوٹی و خانہ ساز نبوت کی کھوکھلی عمارت کی بنیاد ان پر قائم  
کرتے ہیں اس لیے نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ختم نبوت کے مسئلہ میں حضرت  
نالوتویؑ کا نقطہ نظر خود ان کی اپنی عبارات کی روشنی میں دیکھیں کہ آپ کیا فرماتے

ہیں اور غلط کار اور خود فریب لوگ کیا کہتے ہیں؟ اور لوگوں کو کیا باور کرتے ہیں مگر ع

نواب غفلت میں رہیں گے مگر کئے اہل امن

حضرت نالوتوی ختم نبوت کے تین درجات اور مراتب بیان کرتے ہیں ختم نبوت مرتبی، ختم نبوت مکانی اور ختم نبوت زمانی، اور باقی دو درجات کو تسلیم کرتے ہوئے وہ یہ فرماتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ درجہ اور مرتبہ ختم نبوت مرتبی ہے، جو ختم نبوت زمانی کیلئے علت ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ نبوت کے تمام مراتب آپ پر ختم ہیں اور تمام مخلوق میں آپ کے اوپر کسی اور کا مرتبہ نہیں اور چونکہ آپ وصفت نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور باقی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالعرض متصف ہیں، اس لیے اگر ان مراتب میں سے صرف ایک لیا جائے تو دلیل مطابقتی کے طور پر لفظ خاتم النبیین ختم نبوت مرتبی پر دلالت کرتا ہے اور ختم نبوت زمانی کا ثبوت دلیل التزامی سے مستحق ہے، اور آپ محض بایں معنی خاتم النبیین ہی نہیں کہ آپ کا زمانہ سب کے آخر ہے، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ آپ (معاذ اللہ) اس لیے تمام انبیاء علیہم السلام سے اعلیٰ و افضل ہیں کہ آپ کا زمانہ آخر تھا، تو اس لحاظ سے زمانہ سے اکتساب فضیلت ہوا۔ گویا زمانہ کی افضلیت آپ کی افضلیت ثابت ہوئی حالانکہ آپ کی وجہ سے زمانہ کو شرف حاصل ہوا ہے، زمانہ کی وجہ سے آپ کو شرف حاصل نہیں ہوا۔ اور فرماتے ہیں کہ ہے تو ہرگز نہیں لیکن اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی کھائے اور فرض کیجئے کہ کسی کو آپ کے بعد بھی نبوت مل جائے تب بھی آپ کی ختم نبوت چوڑی

مرتبی ہے جس کے اوپر اور کوئی مرتبہ نہیں اس لیے آپ کی ختم نبوت پر کوئی اثر اور زد نہیں پڑتی، کیونکہ ہر قسم کا مرتبہ آپ پر ختم ہے لہذا کوئی آپ سے پہلے آئے یا بعد کو آئے آپ کی ختم نبوت پر اس سے کیا حرف آتا ہے؟ اور اگر ان مراتب میں سے صرف ایک نہ لیا جائے بلکہ تینوں مراد ہوں تو تینوں ہی مطابقی طور پر ثابت ہیں نہ یہ کہ صرف ختم نبوت زمانی ہی مطابقی طور پر ثابت ہے کیونکہ یہ تو معلول ہے ختم نبوت مرتبی کے لیے اور صاف تصریح فرماتے ہیں کہ آپ کی ختم نبوت زمانی کا انکار کرنا یا اس میں تاثر کرنا گھڑ ہے۔ ہم نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ اپنی ناقص سمجھ کے مطابق حضرت نانوتویؒ کی بہت سی عبارات کا خلاصہ عرض کر دیا ہے، اب آپ حضرت نانوتویؒ کی اپنی عبارات ملاحظہ کریں اور پھر انصاف سے فرمائیں کہ حضرتؒ نے کیا ارشاد فرمایا ہے اور قادیانی اور بریلوی حضرات کیا کہتے ہیں، چنانچہ مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ:-

۱۔ قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول خاتم النبیین کے معنی معلوم کرنے چاہئیں تاکہ جنم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل جنم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں وَلَئِنْ رَسُوْلًا لِّلّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ فرمانا اس صورت میں کچھ ٹکڑا صحیح ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت



باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی! الخ (تحذیر الناس ص ۳۱)

یعنی عوام تو آپ کی ختم نبوت کو صرف ختم نبوت زمانی ہی میں منحصر سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ختم نبوت زمانی کے علاوہ آپ کے لیے ختم نبوت متری بھی ثابت کرنی چاہیے جو دلیل مطابقی کے طور پر ہو (کیونکہ اس سے آپ کی مح خوب عیاں ہوتی ہے اور ختم نبوت زمانی دلیل التزامی کے طور پر ثابت ہے)۔

۲۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتب ہوتا ہے، موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتب اور مستعار نہیں ہوتا۔ دلیل درکار ہے تو لیجئے زمین و کسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی کا فیض نہیں اور ہماری عرض و صف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی الخ (تحذیر الناس ص ۳۱) یعنی ذاتی سے یہ مراد ہے کہ مثلاً آفتاب کا نور در و دیوار کا رہین منت نہیں ہے نہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے فیض ہی سے مستغنی ہے۔

۳۔ سوا سی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کو تصدیق فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض، اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے، پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں،

آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہو جاتا ہے، غرض آپ جیسے نبی الامت میں ویلے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں، (تخذیر الناس ص ۱۴)

۴۔ اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں (جس میں انسان آباد ہیں) یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوت بہ طور آپ پر ختم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے، جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو گیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کیوں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ ۱ھ (تخذیر الناس ص ۱۴)

۵۔ ہاں اگر خاقیت بمعنی اوصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس پچھلانے عرض کیا ہے، تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقتدہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی امت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ ۱ھ (تخذیر الناس ص ۱۴)

قادیانی اور بریلوی حضرات نے حضرات حجۃ الاسلام کی انہیں عبادت سے اجراء

نبوت اور تکفیر کا مسئلہ بند کر دیا گیا ہے، صد افسوس اور انتہائی حیرت ہے کہ حضرت نانوتویؒ کی ان عبارت میں اگر فرض کیجئے اور بلکہ اگر بالفرض اور افراد مقدمہ وغیرہ کے الفاظ اور قیود کو مخالفین شیر مادر سمجھ کر ہڑپ اور ہضم کر گئے ہیں، حضرت مولانا نانوتویؒ کو ختم نبوت مرتبی کے اعلیٰ مقام کو ثابت کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ اگر فرض کیجئے یا اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تب بھی آپ کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں آتی، رہا یہ سوال کہ حضرت نانوتویؒ کے نزدیک آیا آپ کے بعد کوئی اور نبی آ سکتا ہے؟ یا کسی کو نبوت مل سکتی ہے؟ یا اس کا امکان شرعی پیدا ہو سکتا ہے؟ تو قضیہ شرطیہ اور فرضیہ سے اس کا ثبوت کیونکر ہوا؟ خود قرآن کریم میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں، اہم چند ایک عرض کئے جیتے ہیں۔

۱۔ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ۔ (پ ۲۵۔ النازعہ ۴)

سب سے پہلے (اسکو) پوچھوں۔

پچودہ سو سال سے تمام مفسرین کرام یہی سمجھتے اور بیان کرتے آئے ہیں کہ یہ محض جملہ شرطیہ ہے، اس سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کے لیے امکانِ اولاد کا ثبوت مہیا نہیں کیا اور نہ معاذ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد بخونہ کی ہے۔

۲۔ كَوْكَبَانَ فِيهَا إِلَهَةٌ إِنَّ اللَّهَ لَفَسَدَتَا ۖ

اگر ہوتے زمین و آسمان میں اور معبود اور حاکم سو اللہ تعالیٰ کے تو دونوں خراب ہو جاتے۔ (پ ۱۴، الانبیاء ۲۰)

یہ بھی جملہ شرطیہ ہے جس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں کہ اگر بالفرض زمین و آسمان

میں بجز اللہ تعالیٰ کے اور اللہ ہوتے تو یقیناً ان کے باہمی مخالف و تضاد کی وجہ سے یہ کارخانہ درہم برہم ہو جاتا، مزید کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور اللہ بخیر ہو سکتے ہیں اور نہ کسی نے اس سے تعدد و اکبر کا امکان ثابت اور پیش کیا ہے۔

۳۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر اٹھارہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام لے کر اور پانی حضرات کا اجمالی طور پر تذکرہ کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ  
وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پہ، الانعام ۱۰)  
جانا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

غور فرمائیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور شرک؟ آگ اور پانی سے بھی ان میں زیادہ تضاد ہے مگر محض فرضی طور پر شرک کی قباحت اور بُرائی بیان کرنے کے لیے ایسا ارشاد فرمایا گیا ہے اس سے کوئی سر پھرایہ ثابت کرنا چاہے کہ معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی شرک سرزد ہو سکتا ہے ایک نرمی حماقت اور خالص بے دینی ہوگی۔

۴۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بلاشبہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی طرف اور آپ سے پہلے نبیوں کی طرف یہ حکم بھیجا گیا کہ۔

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (پ ۲۴۔ الزمر)  
اگر تُو نے (مے محمد) شرک کیا تو ضرور جہٹ ہو جائیگا  
تیرے عمل اور بنا کید پر جانے لگا آپ نقصان اٹھائے والوں میں

جو بزرگ ترین ذاتِ دُنیا میں معوث ہی اس خاطر ہو کہ کفر و شرک کو صفحہ ہستی سے مٹا کر توحیدِ خالص کا جھنڈا چاروں گانگِ عالم میں نصب کرے اس سے (العیاذ باللہ) شرک

صادر ہو؟ اور ہو تو کیوں کہ ہو؟ مگر رب العزت نے مشرک کے اعمال کے جبط و اکارت ہونے کے لیے یہ فرمایا کہ اگر بالفرض سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی شرک صادر ہو تو آپ کے اعمال بھی جبط ہو جائیں (معاذ اللہ) بدیگرال چہ رسد)

۵۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ اس طرح ارشاد فرماتا ہے کہ۔

وَلَكِنْ يَشْتَأْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ دپ ۱۵: ۱۰ نبی اسرائیل (۱۰) ہم نے تجھ کو وحی بھیجی۔

کیا اس کا یہ مطلب ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نبوت اور وحی مسلوب ہو سکتی ہے؟ اور آپ کو رسالت اور نبوت سے محزول کیا جاسکتا ہے؟ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کسی مسلمان کے دل میں اس کا ادنیٰ سا وہم بھی نہیں گزرنے والا۔ اس میں تو صرف اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بتائی ہے کہ جس طرح ہم آپ کو نبوت دے سکتے ہیں، اگر ہم چاہیں تو چھین بھی سکتے ہیں، اور اگر ایسا کریں تو ہمیں کوئی پوچھ نہیں سکتا۔

کرنے اور نہ کرنے میں بڑا بڑا فرق ہے ابے مدحیرت ہے کہ اہل بدعت اس واضح فرق سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے امکانِ نظیر اور خلف و عید وغیرہ کے مسائل میں بلاوجہ اہل حق سے الجھتے ہیں مگر۔

گم جو دل میں نہاں ہیں ظاہری تو ملیں اسی کے پاس ہے مفتاح اس غول کی  
رجع الحدیث

ہم نے حضرت نانوتوی کی عبارت میں ”اگر فرض کیجئے“ اور بلکہ اگر بالفرض وغیرہ

فرضی اور شرطی جملوں کی وضاحت میں تھوڑی سی قرآنی تشریح عرض کر دی ہے تاکہ ایک طرف خانہ ساز نبوت کے دعویداروں کو حضرت نالوتویؑ کی عبارات کا صحیح مطلب معلوم ہو سکے اور دوسری طرف اہل بدعت اور شائعتین تکفیر (بلکہ ٹھیکہ دارانِ تکفیر) کو بخوبی یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت نالوتویؑ نے کیا فرمایا ہے، اور انہوں نے شوقِ تکفیر میں کیا سے کیا کر دیا ہے، اب اس کے بعد ہم حضرت نالوتویؑ کی اور عبارات ہدیہ نظریں کرام کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

۶۔ ہاں اگر بطورِ طلاق یا غم مجاز اس غایتیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا، پر ایک مراد ہو تو شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غایتیت مرتبی ہے نہ زمانی، اور مجھ سے پوچھئے تو میرے خیالِ ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کرے کہ سودہ یہ ہے کہ تقدّم تاخیر زمانی ہوگا یا مکانی یا مرتبی؟ تینوں نوعیں ہیں، باقی مضموم تقدّم و تاخیر ان تینوں کے حق میں جس "۔ اھ  
(تخذیر الناس ص ۸۷)

۷۔ سو غایتیت زمانی یا اولیتیت زمانی کچھ کمال نہیں ورنہ زمانہ سے افضلیت کا استغاضہ ماننا پڑے گا یہ معنی ہوں گے، زمانہ اقل (میں) آپ پیدا ہوئے وہ اشرف تھا آپ بھی اشرف ہوں گے سو یہ غلط (ہے) ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ زمین و زمان کوئی مکان کو آپ سے شرف ہے، آپ کو ان سے شرف نہیں! (مناظرہ عجیبہ ص ۹۷)

۸۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر لیجئے (تخذیر الناس) صفحہ نہم کی سطر دہم سے لے کر صفحہ

یا زہم کی سطر ہفتہ تک وہ تقریر لکھی ہے جس سے خاقیت زانی اور خاقیت مگا اور خاقیت مرتبی تینوں بدالالت مطالبی ثابت ہو جائیں اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا۔  
(منظرہ عجیبہ ص ۵)

۹۔ جیسے عمدہ دئے ماتحت میں سب میں اُپر عمدہ گورنری یا وزارت ہے اور سوا اس کے اور سب عمدہ اُس کے ماتحت ہوتے ہیں اور اُول کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہے اُس کے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا اور وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اُس پر مرتبہ عمدہ بات ختم ہو جاتے ہیں، ایسے ہی خاتم مرتبہ نوبت کے اُپر اور کوئی عمدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں ہو جاتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے اسلئے اس کے احکام اور اُول کے احکام کے نسخہ ہونگے اور اُول کے احکام کے نسخہ کے ماتحت نہ ہوں گے، اور اس لیے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اُپر کے حاکم تک نوبت سب حکام ماتحت کے بعد میں آتی ہے اور اس لیے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے، چنانچہ ظاہر ہے پارلیمنٹ تک مراجعہ کی نوبت سبھی کے بعد میں آتی ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعویٰ خاقیت نہ کیا، کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں یہ مضمون بضرع موجود ہے۔  
(مباحثہ شایعہ پور ص ۲۴۲)

۱۰۔ جو نبی مرتبہ میں سب میں اول ہو گا اس کا دین یعنی اُس کے احکام باعتبار زمانہ سب میں آخر ہیں گے کیونکہ ہنگام مراجعہ جو موقع نسخہ حکم حاکم ماتحت ہوتا ہے حاکم بالا کے حکم کی نوبت آخر میں آتی ہے۔ (قبلہ خلاصہ)

۱۱۔ تو لاجرم دین خاتم الانبیاء نسخ اویان باقیہ اور خود خاتم الانبیاء سر دلز افیاد اور افضل الانبیاء ہوگا۔ (قبلہ نمائش ۶۳)

۱۲۔ اور انبیاء کی نبوت تو آپ کی نبوت کا پرتو ہے پر آپ کی نبوت پر قصۂ ختم ہو جاتا ہے اور اس بات کو آپ کے دین کا نسخہ الادیان ہونا اسی طرح لازم ہے جسے آفتاب کے نور کا اور النور کو محو کر دینا یا کھینچتی میں بال (خوش) کا سب میں پیچھے ظاہر ہونا (تصفیۃ العقائد ص ۳)

۱۳۔ خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے؛ (منظرہ عجیبہ ص ۲)  
۱۴۔ مخالفت زمانی اپنا دین ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے؛

(منظرہ عجیبہ ص ۲۹)

۱۵۔ بالکلہ ہمارے معجزہ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئیاں بھی اس قدر ہیں کہ کسی اور نبی کی نہیں، کسی صاحب کو دعویٰ ہو تو مقابلہ کر کے دیکھیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۱۲۹)

۱۶۔ خداوند عالم نے یہ فضل فرمایا کہ میری عقل نارسا ان مضامین بلند تک پہنچی یہ طفیل انتساب حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ورنہ میں کہاں اور یہ باتیں کہاں؟ (قبلہ نمائش ۵۵)

۱۷۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کیسے کہ منکروں کے لیے گنجائش انکار نہ چھوڑی، افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں



کے پاؤں جھپٹے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی براہِ کسی کو نہیں سمجھتا۔  
(منظر عجیبہ ص ۵)

۱۸۔ مولانا نوٹوئی اپنی تحذیر اناس کی عبارت کا مطلب بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا عبد العزیز صاحب لہروہی کے جواب میں تفصیلاً بحث فرماتے ہوئے یہ بھی ارقام فرماتے ہیں کہ:-

”مولانا خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ اور تائید کی ہے تغلیط انہیں کی مگر ہاں آپ گوشہ عنایت و توجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں! اخبار بالعدۃ کذب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مصدق اور مؤید ہوتا ہے اور وہ نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی ذکر اور شروع تحذیر ہی میں اقتضا خاتمیت مرتبی کا بہ نسبت خاتمیت زمانی ذکر کر دیا۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ خاتم سے خاتم المرتب ہی مراد لیجئے اور خاتم کو مطلق رکھیے تو پھر خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں اس سے اسی طرح ثابت ہو جائیں گے جس طرح آیت اِنَّمَا الْخَنُزُورُ وَالنَّاسُ وَالْاَنْعَامُ وَالْاَزْدَامُ رِجْسٌ مِّنْ عِندِ الشَّيْطٰنِ میں لفظ رِجْس سے نجات معنوی اور نجاست ظاہری دونوں ثابت ہوتی ہیں، اور اس ایک مفہوم کا انواع مختلفہ معمول ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ (منظر عجیبہ ص ۲)

۱۹۔ سو اگر اطلاق و عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لازم خاتمیت زمانی بدالالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل اَنْتَ مَعِي

بِمَثَرَةٍ مَّا رُودَ مِنْ مُوسَىٰ إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي ۖ وَأَوْحَىٰ  
 جو نظام بطرز مذکور اسی لفظ خاتم البیتین سے محفوظ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ  
 یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجمال بھی منع ہو گیا کہ الفاظ مذکور پسند  
 متواتر منقول نہ ہوں سورہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسی ہی گاجیا تواتر  
 اصول رکعات فرائض و دتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعدد رکعات متواتر نہیں  
 جیسا اُس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس (خاتمت زمانی) کا منکر بھی کافر ہوگا یہ  
 (تحذیر الناس)

۲۰۔ اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اور نبی کے  
 ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں (مناظرہ عجیبہ ص ۱۷۸)  
 (إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مَائَتَيْنِ)  
 قاری بن کر ام! یہ سب عبارات حجۃ الاسلام قاسم الخیرات والعلوم حضرت مولانا محمد  
 صاحب نانوتویؒ کی اپنی ہیں جو ہم نے باحوالہ بقید حروف نقل کر دی ہیں، اگر اس ساری  
 تفصیل کے بعد بھی کوئی متعصب یہ کہے کہ مولانا نانوتویؒ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کو خاتم البیتین اور آخر الزمان نبی تسلیم نہیں کرتے یا آپ کی ختم نبوت زمانی  
 کی تغلیط کرتے ہیں یا عامۃ المسلمین کے عقیدہ ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں یا آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کی نبوت کے قائل ہیں یا اُن کے نبی ہونے  
 کا احتمال ہے، یہ اور اس قسم کے جتنے الزامات و اتہامات حضرت نانوتویؒ پر

قادیانی اور اہل بدعت حضرات کی طرف سے لگائے جاتے ہیں اور پھر اس مظلوم کی تکفیر کی جاتی ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی دنیا میں کوئی ظلم ہوگا؟ اور کیا اس سے بڑھ کر سفید جھوٹ، خالص افتراء اور صریح بہتان بھی کوئی اور ہو سکتا ہے؟ مگر حیرت اور انہوس ہے کہ قتار اور جبار کے عذاب اور گرفت سے بے نیاز ہو کر یہ سب کچھ دنیا میں ہٹا اٹھو رہا ہے، کوئی ان کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دے کر معاذ اللہ کافر کہنے کو دین کی خدمت اور ملت کی ترقی کا راز سمجھتا ہے اور اسی میں لذت اور سرور محسوس کرتا ہے اور کوئی خانہ ساز بنوت کے اجر کے لیے ان کی عبارات سے ناجائز اور حرام فائدہ اٹھاتا ہے اور عجیب سے کہ اس پر اپنے بے بنیاد مذہب اور مسلک کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور ان کی تکفیر کے لیے نعرہ تبکیر و رسالت و خوشی کی گونج میں عوام سے داد تحسین حاصل کی جاتی ہے۔ اور اس پر بھی وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم لب کشائی نہ کریں۔ آہ۔

صدائے نائے دل پر غموشی کس کا شیبہ ہے

تو ہی کہہ دے کہ پتھر کا جگر تیرا ہے یا میرا

## خشتِ اول

حضرات اکابر علماء دیوبند کثر اللہ جماعت کی تکفیر اور حضرت نانوتویؒ کی تکفیر کی پہلی مشق مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے کی ہے، چنانچہ خالص صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب حمام الحرمین ص ۱۸ میں کمال چابک دستی اور نہایت ہوشیاری سے حضرت نانوتویؒ کا نام لے کر متحدہ ریاستیں کا حوالہ دے کر ان کی تکفیر کی تمہید باندھی ہے اور ترجمہ بیان اس

پھر ص ۱۲۴ اور پھر ص ۱۲۵ کی عبارت کو ایک خاص ترمیم کے ملا کر بقول شخصے کہیں کی اینڈ  
کہیں کا رد اچھا نہی نے کُتبہ چڑا، بزعم خود ایک عجیب کفر یہ مضمون ایجاد و اختراع کیا ہے  
اور پھر دل کھول کر ان کی تکفیر کی ہے (معاذ اللہ) اور دوسرے مقام پر اکابر علماء دیوبند  
کی بعض عبارات کا مطلب غلط لے کر اور اپنی طرف سے ان کے عقائد اختراع کر کے  
ان میں سے ایک عقیدہ یہ بھی لکھا ہے (جو غالباً حضرت نانو توئی کے سر تھہرا) کہ  
”نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پچھلے نبی نہیں اُن کے بعد اور نبی ہو جائے تو  
حرج نہیں“ انتہی بلفظ۔ (حسام الحرمین ص ۶۷)

یہ ہے بانی فرقہ کی دیانت و انصاف اور اس پر شوقِ تکفیر جس کو ان کے اتباع  
اور پیروکار متابع عزیز کی طرح پتے باندھے پھرتے ہیں اور منہول اور بٹجھول پرکتا ہیں  
کھول کھول کر حوالے دیتے ہیں اور یہ اختراعی عقائد اخبارات و رسائل میں سرخیال قائم  
کر کر کے لکھے جاتے ہیں۔ اور بعض مدرس میں ان عبارات کی باقاعدہ مشق کرائی  
جاتی ہے اور مناظرہ کے لیے اُن کو منہی اور سنگ بنیا و ٹھہرا یا جاتا ہے، کیا ان لوگوں  
کو مرنا یاد نہیں؟ کیا خبر کا نقشہ ان کے سامنے نہیں؟ کیا میدانِ محشر کے ہونا ک  
مناظر کا ان کو یقین نہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں پیش ہونے کا سبق  
ان کو کسی نے نہیں دیا؟ کیا شیخی اور بدی کے محاسبہ کا درس انہوں نے کیوں نہیں سنا؟  
کیا جنت و دوزخ پر ان کا ایمان نہیں؟ کیا کسی پر افتراء و بہتان تراشنے کے گناہ کا حکم  
ان کو کسی نے نہیں بتلایا؟ کیا بدظنی اور بدکلامی کی بُرائی ان کو معلوم نہیں؟ کیا تکفیرِ مسلم

کے وبال و گناہ کا ان کو علم نہیں؟ کیا فقہاء کرام کا یہ فتوے اُن کے پیش نظر نہیں کہ اگر کسی کلمہ میں سوا احتمالات پیدا ہوں ننانوے کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا ہو تب بھی اس کے قائل کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے ممکن ہے کہ اُس نے اسلام ہی کا پہلو مڑا لی ہو، (ہاں اگر وہ قائل خود کفر والا معنی ہی متعین کرے تو پھر اس کی تکفیر میں تامل نہیں کیا جاسکتا ورنہ متامل خود کافر ہو جائے گا۔) اور یہاں حال یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ تو پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ نبوت ختم زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جس طرح تعدد رکعت فرائض اور وتر کا منکر کافر ہے، اور صاف و صریح الفاظ میں اپنا عقیدہ یہ لکھتے ہیں۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں،

جو اس میں تامل کرے میں اُس کو کافر سمجھتا ہوں۔“ (ملاحظہ ہو ۱۹ اور ۲۰ کا حوالہ)

مگر پھر بھی بدیہی حضرات ان کو کافر کہنے سے باز نہیں آتے، اگر ان حضرات کی تکفیر کا کوئی خاص مشن اور منصوبہ بنیں بلکہ محض فہتہانہ اذنان میں منسلک ہی ہے، تو دیگر اکابر دیوبند کی طرح حضرت نانوتویؒ کی تکفیر کی بھی قطعاً کوئی وجہ نہیں، اگر کسی کو محض غلط فہمی ہے تو اس پیش کردہ تفصیل کے بعد بالکل رفع ہو جانی چاہیے، اور اگر اس کے بعد بھی وہ حضرتؐ تکفیر سے باز نہیں آتے تو ہر منصف مزاج اور مجاہد آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس تکفیر کی تہمیں کیا راز مضمر ہے جو بلا وجہ کی جارہی ہے اور جماعتی رنگ میں کی جارہی ہے؟ اور اس تکفیر کی کس دوسری اور کن حالات میں ابتداء ہوئی؟ اور اب اس کو کیوں نبھایا جا رہا ہے؟ ہم تو اس کے بغیر اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اُسے مکھڑن حضرات کب تک تکفیر کرتے رہو



مذہب پینڈہ چٹناک وزن کا ہو مطلق ہے مطلب یہ ہے کہ اگر عام امتیوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ بھی سونے کا راہ خدا میں صرف کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی صحابی مگر بھر گندم لو جو وغیرہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرے تو امتیوں میں سے کسی کا اُحد پہاڑ بنتا سونا بھی صحابی کے مذہب اور نصف مذہب کو نہیں پہنچ سکتا، اور اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو اخلاص، اُہیت اور قلبی کیفیت حضرات صحابہ کرام کو حاصل تھی وہ اور کس کو حاصل ہو سکتی ہے؟ اور اسی اخلاص قلبی اور علمی کیفیت سے اعمال کا وزن بڑھتا ہے، حالانکہ اُحد کا پہاڑ ظاہری طور پر مذہب و وزن سے کوڑھ در کوڑھ در جے بڑا ہے اور اس ظاہری بڑائی اور تفاوت کا بغیر کسی احمق اور نادان کے اور کون انکار کر سکتا ہے؟ جب امتی اور امتی کے عمل کا اندرونی اور قلبی کیفیت کی وجہ سے یہ فرق اور تفاوت ہے تو خود فرمائیے کہ نبی اور امتی کے اعمال کا یہ فرق و تفاوت کس قدر ہو گا؟ اور پھر نبی بھی وہ جو صرف نبی الامت ہی نہ ہو بلکہ نبی الانبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) بھی ہو؟ اس فرق و تفاوت کا بجز بڑے دکاندار کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ اور اسی فرق اور تفاوت سے نبی اپنی ساری امت پر بھاری ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر (جناب بن جنادہ) غفاریؓ (المترقی ۵۳۲) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ایک خاص سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے، ایک زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین و آسمان کے درمیان فضا میں ٹھہرا ہوا۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے

نے کہا ہاں وہی ہیں، تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو، چنانچہ وزن کیا گیا، تو اچھے فرمایا کہ میں بھاری نکلا، اُس نے کہا کہ ان کو دسٹل آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، تو میں ان پر بھی بھاری رہا۔ پھر سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرنے کو کہا گیا اور میرا سو کے ساتھ وزن کیا گیا تو میں ان پر بھی بھاری رہا۔ پھر کہا گیا کہ ان کو ہزار آدمی کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ مجھے ہزار کے مقابلہ میں تو لا گیا تو میں فی ثابِت ہوا، اور جب ترازو کی ڈنڈی اٹھائی گئی تو میرا پلڑا تو زمین سے نہ اٹھا اور دوسری طرف کا پلڑا جب اٹھا تو سب کے سب ان کے وزن کے کم ہونے کی وجہ سے بھر کر نیچے گر پڑے، اس پر ان میں سے ایک فرشتہ نے دوسرے سے کہا کہ۔

لَوْ وَزَنَتْهُ بِأُمْتٍ لَّجَهَا      اگر ان کو تمام امت کے ساتھ بھی تو لوگے  
(درامی ص ۱۵۲ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۵)      تو بھاری ہوں گے۔

غور فرمائیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری اُمت پر بھاری ہیں کیوں؟ محض اس لیے کہ جو علمی اور قلبی کیفیت اور انوار باری تعالیٰ کے مشاہدات اور تجلیات کا مقام آپ کو حاصل تھا وہ اور کس کو حاصل ہوا؟ یا حاصل ہو سکتا ہے؟ مگر ہاں ہم یہ ہو سکتا ہے کہ ظاہری طور پر کوئی اُمتی کسی ظاہری عمل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ہو جائے یا بڑھ جائے، ہوتا تو قسم کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ پانچ نمازیں معراج کی رات فرض ہوئی ہیں (جو راجح قول اور صحیح روایت کی بنا پر نبوت کے گیارہویں سال قرار پائی ہے) اس اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرضی



نمازیں تقریباً تیرہ سال پڑھی ہیں اور اس گئے گزے زمانہ میں بھی آپ کو ہزاروں نیک بندے ایسے ملیں گے جنہوں نے ساٹھ ساٹھ سال تک باقاعدہ فرضی نمازیں پڑھی ہیں، اب بظاہر تیرہ سال کی فرضی نمازوں سے تعدد اور گنتی سے ساٹھ سال کی نمازیں تو بہر حال زیادہ ہیں اور اس لحاظ سے اُمتی بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ گئے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نماز کے مقابلہ میں اُمت کی ساری نمازیں توازن و تقابل میں پیش ہو سکتی ہیں؟ کیونکہ جو قلبی مشاہدہ اور اخلاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا جس سے اعمال کا وزن بڑھتا ہے وہ اور کس کو حاصل ہو سکتا ہے؟ اور اس مقام میں بجز اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک !

لیکن اس بدیہی امر کا کون انکار کر سکتا ہے، اور اگر انکار کرے تو اس کو باور بھی کون کرتا ہے کہ ساٹھ سال کی نمازیں تیرہ سال کی نمازوں سے زیادہ نہیں ہوتیں اسی طرح جمعہ کی نماز کی فرضیت صحیح قول میں لہجہ میں ہوئی ہے (ملاحظہ ہو طبری ص ۱۳۵۶) اس اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کی نمازیں صرف دس سال پڑھی ہیں اور اس وقت بھی لاکھوں مسلمان آپ کو ایسے ضرور ملیں گے جنہوں نے اگر اور نمازیں نہ پڑھی ہوں تو جمعہ کی نماز تو بالالتزام پچاس پچاس سال تک پڑھی ہو گی، اب بظاہر دس سال کی نماز جمعہ سے پچاس سال کی نماز جمعہ تو یقیناً زیادہ ہے اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا مگر اپنے باطنی اثر اور درجہ کے لحاظ سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہی نماز جمعہ تمام اُمت کی جمعہ کی نمازوں پر بھاری ہے  
 وعلیٰ ہذا القیاس رمضان مبارک کے روزے سلسلہ میں فرض ہوئے اور اسی سال  
 عیدین کی نماز کا حکم نازل ہوا۔ اس انداز سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
 نے صرف نو سال رمضان شریف کے روزے رکھے، اور نو سال ہی عیدین کی نماز پڑھی  
 مگر اس وقت بھی بے شمار مسلمان آپ کو ایسے نظر آئیں گے جنہوں نے پچاس پچاس  
 اور ساٹھ ساٹھ سال تک رمضان شریف کے روزے رکھے اور عیدین کی نماز پڑھی  
 ہیں تو ظاہری طور پر اُمت کے یہ اشخاص و افراد ان اعمال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم سے بڑھ گئے، مگر معرفتِ خداوندی کی اندرونی کیفیت اور دَانَ تَعَبٍ  
 اللہ کَانَ تَرَکَہُ کا جو بلند مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا وہ اور  
 کس کو نصیب ہو سکتا ہے؟ کیونکہ آپ کا ایک ہی فرضی روزہ اور ایک ہی عید کی نماز  
 ساری اُمت کے تمام فرضی روزوں اور زندگی بھر کی عید کی نمازوں سے وزنی ہے اور اس  
 کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔

یہ چند مثالیں ہم نے نماز اور روزہ وغیرہ کی محض بات کو واضح کرنے کی خاطر عرض  
 کی ہیں، ورنہ بے شمار عبادات و طاعات ایسی ہیں جو نزولِ قرآنِ کریم و حدیث شریف  
 کے بعد فرض و واجب ہوئیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر صرف چند  
 سال عمل کیا جب کہ آپ کی اُمت میں سے بہت سے حضرات ان پر نصف صدی  
 بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک عمل کرتے رہے اور اس دورِ انحطاط میں بھی کہتے ہیں

اور اس ظاہری لحاظ سے ان فرضی اور واجبی طاعات کی گنتی اور تعداد کی وجہ سے امتی نبی سے بڑھ گئے پر باطنی کیفیت سے بڑھنا بلکہ برابر ہونا تو رہا الگ، آپ کی ایک طاعت اور عبادت کے مقابلہ میں بھی ساری امت کی جملہ طاعات اور عبادات کوئی وقت نہیں رکھتیں، کیونکہ جو جاندار اور شاندار عمل اور مقبول خدا بندگی نبی اور رسول کریمؐ ہے وہ اور کس کی قسمت میں ہو سکتا ہے، اس لیے کہ ۷

قسمت کیا ہر چیز کو قسما ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا پھر نبی بھی وہ جو صرف نبی الامت ہی نہ ہو بلکہ نبی الانبیاء بھی ہو جس کے رتبہ اور شان میں ثیل نہ آج تک وجود میں آیا اور نہ قیامت تک وجود میں آسکتا ہے۔ اس تمہید کے بعد ہم قارئین کرام کی خدمت میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوٹیؒ کی چند عبارات پیش کرتے ہیں جن میں بعض عبارات پر بروہی حضرات نے بڑی لے دے کی ہے حتیٰ کہ حضرت مظلومؒ کی تکفیر سے بھی نہیں چوڑے، اور انھوں نے انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ، بے ادب اور توہین کرنے والا ثابت کرنے کے بے خطا ہتھیار سے ان کا تعاقب کیا ہے چنانچہ مولانا موصوفؒ لکھتے ہیں۔

(۱)۔ اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں بالعرض ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہے کمالات عملی میں سے نہیں الغرض کمالات ذمی العقول گل دو کمالات میں منحصر ہیں سایک کمال علمی اور دوسرا کمال عملی اور بنیاد پر کل انہی دو باتوں پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا

کمال عملی، انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صاحبین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمائیے، دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی ہر عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتیاز ہوا ہی ہو جاتا ہے بلکہ بظہر جاتے ہیں۔ اور اگر قوت عملی اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوتے کہ مقام شہادت اور وصف شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصافِ غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے۔ مرزا جانِ جاناں صاحب اور شاہ غلام علی صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب چاروں صاحب جامع بین الفقر والعلم تھے پر مرزا صاحب اور شاہ غلام علی صاحب تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب علم میں، وجہ اسکی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر تو انکی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم یا انکی فقیری سے ان کی فقیری کم نہ ہو سنا بیاد میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور ہمت اور قوت اور علم کے عمل اور ہمت اور قوت سے بحال ہے؟ بہر حال علم میں انبیاء اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (تخذیر الناس ص ۵۱۴)

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ کی وجہ سے فریق مخالف نے حضرت نانوتویؒ کو مظلوم کو بہت کو سا ہے اور یحید علی کٹی سنائی ہیں اور آئے دن بریلوی حضرات کے مقرر اس عبارت کو سیاق و سباق سے الگ کر کے سناتے اور ہنگامہ برپا کرتے دیتے ہیں اور سامعین حضرات بھی ذرا یہ تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ انکے ہاتھ سے کتاب لے کر آگے پیچھے کی ساری عبارت پڑھیں اور صحیح مطلب سمجھ سکیں اور اپنے وقت کے اولیاء اللہ

اور اسلام کے ظاہری محافظوں سے بغض و کینہ رکھ کر خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ بنیں اور حدیث قدسی من عادۃ لی ولینا (الحدیث) کی زد سے بچیں، مگر افسوس کہ جن حضرات نے یہ قسم ہی اٹھا رکھی ہو کہ ہم نے علماء دیوبند کو اچھا نہیں کہنا اور انہی صحیح اور بنی برصاف عبارات کا مطلب ہی بگاڑ کر عوام کو ان سے بدظن کرنا ہے، تو اس کا بھلا کسی کے پاس کیا علاج ہے؟ اور اس جہان میں کون اس کا علاج کر سکتا ہے؟ اور اس کا علاج بھی کب ہوا ہے؟ حالانکہ نفسِ آدمی کے علاج کی ہر وقت کوشش اور سعی کرنا ضروری ہے اور ایک لمحہ بھر کیلئے اسے آزاد نہ چھوڑنا چاہیئے ورنہ وہ لاعلاج ہو جائے گا۔

علاجِ نفسِ ظالمِ زود ہنگام جوانی کُن کہ اس مارِ سیاہ چوں پیر گیر داناؤں کا گرد  
(۲)۔ "خود انبیاء کرام علیہم السلام ہی کو دیکھو اتنی بسا اوقات مجاہدہ و ریاضت میں اُن سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر ترتیب میں انبیاء کے برابر نہیں ہو سکتے وجہ اسکی بجز شرفِ علم و تعلیم اور کیا ہے؟ الغرض بوجہ علم و تعلیم ہی انبیاء امتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں بوجہ عبادت و ریاضت ممتاز نہیں ہوتے مگر جب یہ ہے تو پھر علم عمل سے بالضرور افضل ہوگا، اس لیے معجزاتِ علمیہ معجزاتِ عملیہ سے کہیں زیادہ (افضل و بہتر منفذ) ہوں گے" (حجۃ الاسلام ص ۲۱)

یعنی مثلاً قرآن کریم جامع الکلم اور اخبارِ غیب کے معجزاتِ معجزات سے اعلیٰ ہی ہونگے۔  
(۳)۔ "اور اس لیے بعد لحاظ اس امر کے علم اور کمالات کے حق میں منشاء اور اصل ہے اور نیز جملہ کمالات میں خاتم الانبیاء کو اصل اور مصدر ماننا لازم ہے جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عالم امکان میں کمالاتِ علمی ہوں یا کمالاتِ عملی دونوں میں خاتم الانبیاء اصل اور مصدر ہے اور سوا اس کے جو کوئی کچھ کمال رکھتا ہے وہ درپذیرہ گر خاتم الانبیاء ہے" (قبیلہ نمبر ۱۲)

۴۔ ”القصہ کمال علمی کمال محمدی ایسا لافانی ہے کہ بحر اہل تعصب اور سوائے جلالہاں کم فہم اور کوئی اُس کا منکر نہیں ہو سکتا جب کمال علمی اور کمال عملی دونوں میں آپ یکتا نکلتے تو پھر آپ خاتم نبیوں کے تو اور کون ہوگا؟“ (قبلہ نمائش ۶)

۵۔ ”مگر جیسے اعمال میں فیما بین بنی آدم تفاوت زمین و آسمان ہے کسی کا دس گنا اجر ہے کسی کا سات سو گنا، کسی کا اس سے بھی زیادہ ایسے ہی اصحاب عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ اصحاب اعمال کی فضیلت بوجہ اعمال ہے، جتنا اُن میں تفاوت ہوگا اتنا اُن میں“ اھ (آپ حیات ص ۱۸۲)

۶۔ ”علاوہ بریں ماہر الاتیانہ انبیاء علیہم السلام و اہم علم و جبل ہوتا ہے عمل و عدم عمل نہیں ہوتا۔ ظاہر اعمال میں اکثر امتی انبیاء سے برابر ہو جاتے ہیں، بلکہ بہت سے امتی بڑھ جاتے ہیں چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی عبادت اور مجاہدین امت کے مجاہدات کے موازنہ سے یہ بات واضح ہے اور فرق باطنی اعمال اعمی تفاوت اخلاص کیلئے بڑا سبب عزت ذات و صفات و مواقب عبادات و سیئات ہوتی ہے جس کا حاصل وہی کمال علم ہے۔“ الخ (آپ حیات ص ۱۸۲)

دیکھئے کہ سطر حضرت نانوتویؒ نے تصریح فرمادی ہے کہ فرق اعمال کے باطنی اخلاص سے ہوتا ہے جس کا حاصل علم ہے اور وہ تصریح کرتے ہیں کہ اس کمال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و کم کا کوئی ثانی نہیں اور آپ اس میں یکتا ہیں اور اس سے اعمال میں جو وزن پیدا ہوتا ہے وہ بالکل حیاں ہے جس کو حضرت نانوتویؒ ۵ میں دیکھنے کے حوالہ کے رد سے زمین و آسمان کے فرق سے تعبیر کرتے ہیں

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عکس امت کے بیک وقت چار سے زیادہ نیک کے جائز ہونے کے عقلی دلائل بیان کرتے ہوئے اور آپ کا مقام ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

”پھر اُمید سادات مابین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور مابین مومنین و مومنات بمعجلہ انصاف احلام اور خیال و اہمیات ہے۔“ (آبِ حیات ص ۱۸۴)

یعنی اُمّتی اگر نظامِ اعمال میں بڑھ سکتے ہیں تو وہ اعمال ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت میں شامل نہیں ہیں، مثلاً چار سے زیادہ ازدواجِ مطہرات کا آپ کے لیے بیک وقت حلال ہونا آپ کی خصوصیت تھی، اُمّتی اس عمل میں ظاہری طور سادات کے سرے سے مجاز ہی نہیں چہ جائیکہ (معاذ اللہ) بڑھ جائیں۔

یہ تمام عبارات باحوالہ صفحات و کتب ہم نے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی جی کی پیش کی ہیں تاکہ ہر ایک نصف مزاج آدمی کو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے کہ بریلوی حضرات کس دیدہ دلیری سے حضرت نانوتویؒ کی عبارات کو خانہ سازِ مطلب کا لباس پہنا کر ان کو کوستے اور ان پر توہینِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر بربساتے ہیں اور صدافسوس ہے کہ وہ نہ خود عبارات کا مطلب سمجھتے ہیں اور نہ عوام کو سمجھنے دیتے ہیں بلکہ اہل حق کے لیے عرصہٴ حیات تنگ کرنے کے دپے ہیں، اور اس جہان میں ایسا سزا ہی آیا ہے کہ

بلغ میں نارغ و زعن کے آشیان دکھائیے اور بلبل کو قفس میں زخمِ خوان دکھائیے

امام محمد الدین محمد رازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں۔

وقد نجد في الامّة من هو اطول عمرا واشد  
اجتهادا من النبي صلی اللہ علیہ وسلم وهو منه  
ابعد في الدرجة من العرش الى ما تحت الثرى۔

(تفسیر کبیر ص ۲۱۸ ج ۲)

دو ہیں جتن، عرش سے ماتحت الثریٰ ہے۔

فریقِ مخالف اس عبارت کے پیش نظر امام رازیؒ پر کیا فتویٰ لگاتا ہے۔

تعلیم یافتہ حضرات سے التماس: تعلیم یافتہ حضرات سے یہ التماس ہے کہ وہ از خود حضرت نافوتوی رح اور دیگر اکابر علماء دیوبند کثر اللہ جہاتہم کی کتابیں پڑھیں اور غور و فکر کے بعد انصاف سے یہ دیکھیں کہ کیا ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کی یا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا اولیاء کرام علیہم السلام کی یا علماء اسلام کی توہین اور گستاخی کی ہے؟ یا کسی اسلامی عقیدہ اور عمل سے سُرُوحی تجاوز کیا ہے؟ یا قرآن کریم، حدیث شریف اور فقہ حنفی کے خلاف کچھ کہا ہے؟ اگر ہوا سوا اللہ کرنے اور سمجھنے کے بعد آپ انصاف و دیانت سے اس نتیجہ پر پہنچیں کہ واقعی انہوں نے ایسی چیزوں کا ارتکاب کیا ہے تو بلا شک آپ ان حضرات سے بغض اور عداوت رکھنے کے مجاز ہیں کیونکہ اَلْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبَغْضُ فِي اللَّهِ اِيْمَانٌ کی واضح اور روشن علامات میں سے ہے اور اگر آپ کو ان حضرات کے تمام عقیدے، اعمال اور اخلاق عین اسلام کے مطابق نظر آئیں اور یقیناً ان کی کتابوں سے آپ کو ایسا ہی نظر آئے گا تو پھر حدیث قدسی مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا (الحديث) بھی ضرور پیش نظر رکھیں کیونکہ یہ ہر آدمی کی انبیوالی مابعد الموت زندگی کا معاملہ ہے باقی ہے متعصب اور زائد و زائد مولوی تو یقیناً جانیں گے کہ وہ آپ کو کبھی نہ سمجھنے دیں گے کیونکہ اگر آپ حقیقت کی تہ کو پہنچ گئے تو ان کے لیے آپ کو درغلانا اور اماندھیرے میں رکھنا بہت ہی مشکل ہو جائیگا اور یہی سودا ان کیلئے ہنگامہ ہے ان کی قلبی خواہش ہی یہی ہے اور ہمیشہ سے رہی ہے کہ عوام الناس کو اہل حق سے منفرد لا کر اپنا اُلُو سیدھا کیا جائے اور اپنے نفسی میلانات کے لیے مزید سے مزید سہولت مہیا کی جائے اور یہ بات نفس الامر کے عین مطابق ہے کہ مذہبی طور پر جس تندہ اور جتنے فتنے بھی مسزین پر برپا ہوئے ہیں وہ تہین طاقتوں اور قوتوں کی دھیمہ کاری اور تکاری سے برپا ہوئے ہیں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید امام عبداللہ بن المبارکؒ نے ان کی نشاندہی یوں کی ہے۔

وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّينَ إِلَّا الْمُلُوكُ وَأَحْبَارُ سُوءٍ وَرُهْبَانُهَا



یعنی دین کو بگاڑنے والے یہی تین گروہ ہیں، بادشاہ علماء و پیرانِ بکر و موصوف و نحو  
کچھ فرمایا ہے وہ سو فیصد صحیح اور درست فرمایا ہے دین کے بگاڑنے کے یہی تین گروہ ذمہ دار ہیں  
اور علماء حق ظلم و زیادتی کے ناحق فیصلے بھی انہی کے موزد اشارات کے بل بوتے پر ہوئے اور قیامت تک  
ہوتے رہیں گے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اپنے مقام پر حق اور ثابت ہے کہ۔

ولا يزال طائفة من امتي منصورين لا يضرهم من خذلهم حتى تقوم الساعة (الحديث)  
میری امت میں ایک طائفہ گروہ دراز یا ریگا جو منظور  
منصور ریگا اور قیامت صلا کو اس کے دشمن اور دشمنوں  
(ترمذی ص ۲۲۷ وقال حسن صحیح و مشکوٰۃ ص ۵۸۲)

اس صحیح حدیث سے روزِ نشتر کی طرح یہ لر عیاں ہے کہ قیامت تک اہل حق کا گروہ حق پر قائم رہے  
و ائمہ ریگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی نصرت و مدد ہوتی رہے گی، اور اس طائفہ کے مخالفانہ  
دشمن اس کو نچاؤ کھانے کیلئے جتنے بھی حربے استعمال کریں گے بغضِ اللہ تعالیٰ اس طائفہ کو اس سے  
کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان آج تک پورا ہوا اور قیامت تک انشاء اللہ  
العزیز پورا ہوتا رہیگا اور سلفِ صالحین کا وہ نیک گروہ جو دنیا سے جا چکا سو جا چکا آنیوالوں  
کو ان کے نقش قدم پر چل کر ہی فنائے الٰہی نصیب اور حاصل ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ تمام  
مسلمانوں کو اسلاف کے پیرو بنائے اور دین کے بگاڑنے والوں سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین  
والتوفیق بید اللہ تعالیٰ و وحدہ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد  
خاتم النبیین و علی آلہ و صحبہ و جمیع متبعہ الی یوم الدین۔

احقر الناس، ابو الزاهد محمد سرفرانہ

# مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

حزائن المسنن تقریر ترقی طبع سوا	احسن الکلام مسئلہ کا تحفظ الامام کی دلیل بحث طبع مضم	تسکین الصدور مسئلہ حیات محمدی مدلل بحث طبع مضم	الکلام المفید مسئلہ تہذیب مدلل بحث	ازالۃ الريب مسئلہ طبع مدلل بحث طبع مضم
راہ سنت اردو مکتبہ طبع کتاب	آنکھوں کی صفحہ مسئلہ شہرہ طبع مدلل بحث	احسان الباری بہار شہرہ کی اشاعت مدلل بحث	طائفہ منصورہ ایک ہفتے کے اندر مدلل بحث	ارشاد الشیعہ شہرہ طبعیات کا مدلل بحث
درو و شریف پڑھنے کا شری طریقہ	عبادات اکابر اکابر طائفہ طبع مدلل بحث	تبلیغ اسلام شہرہ طبعیات کا مدلل بحث	گلدستہ توحید مسئلہ حیات کی وضاحت	دل کا سرور مسئلہ طبعیات کا مدلل بحث
راہ ہدایت کتابت کے کتبہ مدلل بحث	بانی دارالعلوم کا دیوبند مسئلہ طبعیات کا مدلل بحث	ینابع شہرہ طبعیات کا مدلل بحث	چراغ کی روشنی مسئلہ طبعیات کا مدلل بحث	مسئلہ قربانی قربانی کی تعلیم کا مدلل بحث
جہانیت کا مہم جہانیت کے عقائد کا مدلل بحث	مقالہ ثبوت قرآن و حدیث کی روشنی میں	المنصور رد توحیح البیان	حلیۃ المسلمین دراستی کا مسئلہ	توضیح المرام فی ذیل کتاب طبع اسلام
آئینہ حمیری سیرت پر مختصر رسالہ	شوق حدیث حجیت حدیث	ملا علی قاری طبعیات کا مدلل بحث	باب جنت کتاب	الکلام الحادی سارے کتبہ کا مدلل بحث
موود و صباب کا غلط فتویٰ	تفریح الخواطر نکات پر الخواطر	چہل مسئلہ حضرات بریلویہ	عمدة الاثبات تین طائفوں کا مسئلہ	الطہار العیب کتاب اثبات علم طبعیات
سامع موتی چالیس دعائیں	مقالات حقیقہ مقالات ایک اسلام	حکم الذکر بالجہد حکم الذکر بالجہد	شوق جہاد شوق جہاد	اخفاء الذکر ذکر آہستہ کرنا چاہیے
اطیب الکلام طبع احسن الکلام	اکارہ صحت کے نتائج مکرمین حدیث کا رد	مرزائی کا جنازہ اور مسلمان	مولانا ارشد داہلوی اثری کا مختصر و بانیہ و اوپلا	خفاء الذکر ذکر آہستہ کرنا چاہیے

خزائن السنن جلد دوم کتاب طبعیات	جنت کے عقائد خداوند تعالیٰ کی کتاب	حمیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب	غیر مقلدین کے مقتضات فتویٰ	غیر مقلدین کے مقتضات فتویٰ
بخاری شریف غیر مقلدین کی تقریریں	منہج طریقت منہج طریقت	تین طائفوں کے مسئلہ ہدایت کا	شرح الکافیہ شرح الکافیہ	شرح الکافیہ شرح الکافیہ

مطبوعات  
عمر اکادمی